THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Thursday, the January 02, 2020
(295th Session)
Volume I, No.02
(No.01-23)

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad

Volume I SP.I(02)/2020
No.02 15

Contents

1. Recitation from the Holy Quran 1
2. Leave of Absence 2
3. Discussion on the motion moved by Senator Muhammad Azam Khan Swati, regarding speech of the President to the Joint Session of the Parliament 3
   - Senator Mushahid Ullah Khan 3
   - Senator Muhammad Ali Khan Saif..... 16
   - Senator Bahramand Khan Tangi 23
   - Senator Mir Kabeer Ahmed Muhammad Shahi 27
   - Senator Aurangzeb Khan 31
   - Senator Dilawar Khan
4. Issue raised by Senator Dilawar Khan regarding the Misconduct of an Officer of Food Department with Senator Aurangzeb Khan..... 34

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Thursday, the January 02, 2020

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at one minute past three in the evening with Mr. Chairman (Muhammad Sadiq Sanjrani) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ۪ وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

ترجمہ: اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھامے رکھو، اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو، اور اللہ نے تم پر جو انعام کیا ہے اسے یاد رکھو کہ ایک وقت تھا جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اللہ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور تم اللہ کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے، اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے، اللہ نے تمہیں اس سے نجات عطا فرمائی۔ اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی نشانیاں کھول کھول کر واضح کرتا ہے، تاکہ تم راہ راست پر آ جاؤ۔

(سورۃ آل عمران: آیت 103)

Leave of Absence

جناب چیئرمین: جزاک اللہ۔ اسلام علیکم۔ leave applications لیتے ہیں۔ سینیٹر ڈاکٹر آصف کرمانی صاحب نے بعض نجی مصروفیات کی بنا پر گزشتہ 294ویں اجلاس کے دوران مورخہ 11تا15 نومبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: سینیٹر محمد جاوید عباسی صاحب نے بعض نجی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 1 تا 3 جنوری کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: وزیر برائے توانائی عمر ایوب خان صاحب نے اطلاع دی ہے کہ وہ بعض سرکاری مصروفیات کی بنا پر آج مورخہ 2 جنوری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکتے۔

Order No. 2. We may now take up Order No. 2. Dr. Shireen M. Mazari, Minister for Human Rights, may move Order No. 2.

Dr. Shireen M. Mazari (Minister for Human Rights): Thank you, Mr. Chairman. I wish to move that the Senate may discuss the Annual Report of the National Commission on the Status of Women for the year 2017, laid on the Table of the House on 22nd January, 2019.

جناب چیئرمین: شکریہ، اس پر جو بات کرنا چاہتے ہیں وہ بعد میں Secretariat کو list دے دیں پھر اس پر discussion کریں گے۔

Order No. 3. Order No. 3 relates to discussion on the motion moved by Senator Muhammad Azam Khan Swati, Minister for Parliamentary Affairs on 1st January, 2020.

آج اس پر کوئی تقریر کرنا چاہتے ہیں؟ پہلے مشاہد اللہ خان صاحب بات کر لیں پھر آپ کو موقع دیتے ہیں۔ سابق ایم این اے حاجی عثمان بادینی صاحب Galleries میں تشریف رکھتے ہیں، welcome to the House. جی مشاہد اللہ خان صاحب۔

Discussion on the motion moved by Senator Muhammad Azam Khan Swati, regarding speech of the President to the Joint Session of the Parliament

Senator Mushahid Ullah Khan

سینیٹر مشاہد اللہ خان: نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ۔ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ کل میری تقریر ہونی تھی جو بوجوہ نہیں ہو سکی، اس لیے آج پہلی تقریر میری ہو رہی ہے۔ کل سال کا پہلا دن تھا تو میں بھی یہاں بیٹھے ہوئے اپنے ساتھیوں اور پاکستان کے تمام لوگوں کو نئے سال کی مبارکباد دینا چاہتا تھا، کل نہیں دے سکا، آج دے دیتا ہوں۔ نئے سال کو کیسے منانا ہے، کیسے نہیں منانا، تمام لوگ سمجھتے ہیں، وہ اپنے اپنے انداز میں مناتے ہیں لیکن ساحر لدھیانوی صاحب نے اس کے تین طریقے بتائے ہیں، میں آپ کو وہ تین قطعے سنا دیتا ہوں۔ پہلا قطعہ یہ ہے کہ؛

پھوٹ پڑیں مشرق سے کرنیں
حال بنا ماضی کا فسانہ
گونجا مستقبل کا ترانہ
بھیجے ہیں احباب نے تحفے
اٹے پڑے ہیں میز کے کونے
دلہن بنی ہوئی ہیں راہیں
جشن مناؤ سالِ نو کے

دوسرا ہے کہ؛

بھوکے، زرد گدا گر بچے
کار کے پیچھے بھاگ رہے ہیں
وقت سے پہلے جاگ اُٹھے ہیں

پیپ بھری آنکھیں سہلاتے
سر کے پھوڑوں کو کھجلاتے
وہ دیکھو کچھ اور بھی نکلے
جشن مناؤ سالِ نو کے

تیسرا قطعہ ہے کہ؛

نکلی ہے بنگلے کے در سے
اک مفلس دہقان کی بیٹی
افسردہ مرجھائی ہوئی سی
جسم کے دکھتے جوڑ دباتی
آنچل سے سینے کو چھپاتی
مٹھی میں اک نوٹ دبائے
جشن مناؤ سالِ نو کے

جناب والا! اب لوگوں پر منحصر ہے کہ وہ کیا کرتے ہیں، کیسے کرتے ہیں، کیا نہیں کرتے کیونکہ انسان مختلف پیدا ہوئے ہیں، مختلف تقاریر بھی کرتے ہیں۔ مختلف صدور بھی آئے، آج سب لوگ صدر صاحب کی تقریر پر بھی تقریر کریں گے، میں بھی جن میں شامل ہوں۔ ایسے بھی صدر آئے ہیں جن کے بارے میں یہ کہا گیا کہ؛

فرنگی کا جو میں دربان ہوتا
تو جینا کس قدر آسان ہوتا
میرے بیٹے بھی امریکا میں پڑھتے
میں ہر گرمی میں انگلستان ہوتا
جھکا کے سر کو جو ہو جاتا سر میں
تو لیڈر بھی عظیم الشان ہوتا
زمینیں میری ہر صوبے میں ہوتیں
میں واللہ صدر پاکستان ہوتا

ان کی تقریر پر آج ہم اظہارِ خیال کریں گے۔ باتیں تو بہت ساری ہیں، وقت کی قلّت ہوتی ہے، میں تو آج کافی دنوں کے بعد تقریر کر رہا ہوں، آپ شاید مجھ پر تھوڑی مہربانی کریں گے۔

جناب والا! میں نے کل بھی بہت ساری تقریریں سنیں، ویسے اخبارات میں بھی دیکھتا رہتا ہوں، حکومتی نمائندوں کی گفتگو talk shows میں بھی سنتا رہتا ہوں۔ میری بات کا کوئی برا نہ منائے، میں ایک نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جھوٹ بہت بولا جاتا ہے، جھوٹ نہیں بولنا چاہیے، credibility خراب ہو جاتی ہے، آدمی یہ سمجھتا ہے کہ لوگ میرے جھوٹ کو سچ سمجھ رہے ہیں، آج کل کوئی سچ نہیں سمجھتا، جاہل ترین آدمی کو بھی پتا ہوتا ہے کہ جھوٹ کیا ہے اور سچ کیا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سارے records موجود ہیں، ان records کو دنیا جھٹلا نہیں سکتی، مثال کے طور پر میں نے ایک بات سنی کہ ہماری economy negative سے stable ہو گئی ہے، یہ بات درست ہے لیکن یہ آدھی بات ہے۔ جب یہ حکومت آئی تھی تو انہیں stable economy ملی تھی، اسی حکومت نے اسے negative کیا اور پھر بعد میں stable کیا، یہ اصل حقیقت ہے۔

جناب چیئرمین: سینیٹر ولید اقبال صاحب! چیونگم نہ چبائیں، جائیں باہر جا کر اسے پھینک کر آئیں، آپ کی مہربانی۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: اسی طرح بہت ساری باتیں ہیں۔ پچھلے دنوں Moody's کی بڑی بات ہوئی کہ Moody's نے یہ کہہ دیا ہے، وہ کہہ دیا ہے، انہوں نے بالکل کہا ہے، انہوں نے ہی کہا ہے کہ یہ stable ہو گئی ہے، خود ہی negative میں کی تھی پھر stable کر دی گئی، چلیں اچھا ہے، یہ بھی کوئی بری بات نہیں ہے، اچھی بات ہے لیکن اسی Moody's نے اسی رپورٹ میں یہ بھی کہا ہے کہ اگلے سال اس ملک کی اکانومی جو ہم 5.8 پر دے کر گئے تھے وہ 2.4 ہو جائے گی لیکن اس کی بات کوئی نہیں کرتا۔ یہ اس کے اندر لکھا ہوا ہے آپ پڑھ کر دیکھ لیں اور ساری دنیا کے پاس یہ موجود ہے۔ اس طرح کی اور بھی بہت سی باتیں ہیں، اصل میں تو یہ اعداد و شمار کا گورکھ دھندا ہے لیکن وہ کہتے ہیں ناں کہ ذرا "کوئے جاناں کو چھوڑ کر کوئے گوراں کی طرف نکلیں" اور دیکھیں کہ کس حال میں ہیں یاران چمن تو تب پتہ چلے گا کہ ہماری اکانومی کا کیا حال ہے۔ اکانومی کا مطلب ایک جملے میں یہ ہے کہ عوام کو ریلیف مل رہا ہے یا نہیں مل رہا۔ عوام تکلیف میں تو نہیں ہیں، عوام مہنگائی کا شکار تو نہیں ہیں۔ خالی یہ کہہ دینے سے کہ یہ سب پچھلی حکومت نے اس حال میں دیا ہے تو پچھلی

حکومت نے بہت اچھی حالت میں آپ کو حکومت دی تھی اور پھر 16،17 مہینے ہو چکے ہیں یہ سنتے ہوئے۔ طوطا کہانی دو تین دفعہ تو سنی جا سکتی ہے لیکن روزانہ طوطا کہانی کوئی نہیں سنتا، کیا آپ کو یہ کسی نے رٹا دیا ہے کہ بس یہ یہ باتیں کرنی ہیں اور آپ کیے جا رہے ہیں چاہے talk shows میں ہوں، چاہے پارلیمنٹ میں بیٹھے ہوئے ہوں، چاہے کہیں پر بھی بیٹھے ہوں لیکن یہ نہیں چلے گا، میں یہ آپ کے فائدے کی بات بتا رہا ہوں۔ آپ غور کریں کہ آپ اس ملک کے عوام کو کیسے ریلیف دے سکتے ہیں اور یہ subsidies withdraw کرنا اچھی بات نہیں ہوتی۔ ساری دنیا کی حکومتیں اپنے عوام کو subsidies کی صورت میں ریلیف دیتی ہیں اور subsidies دینا میرے نزدیک اچھی بات ہے اس لیے کہ یہ حکومتیں، یہ معیشتیں، یہ bureaucracy یہ مختلف ادارے کس لیے ہیں؟ یہ عوام کو آسانیاں دینے کے لیے ہیں، یہ عوام کو مشکلات میں ڈال کر اپنی آسانیاں تلاش کرنے کے لیے نہیں ہیں۔ مطلب کہ یہ کہتے ہیں کہ دیں گے مگر دیتے نہیں ہیں۔ میں نے بچپن میں جو زندگی کی پہلی نظم سنی تھی وہ یہ تھی۔

بھائی جان نے حلوہ چرا کر کھا لیا
کچھ جیب میں دبا لیا
ہم چپ کھڑے تکتے رہے
مانگا تو یوں کہنے لگے
میں چکھ رہا ہوں ذائقہ
گھبرا نہیں دوں گا تجھے
اتنے میں اماں آ گئیں
اور بھید سارا پا گئیں
برتن کا منہ دیکھا کھلا
گھبرا گئیں، جھلا گئیں
پہلے تو کن بچی ہوئی
پھر زور سے قچی پڑی

خوش بخت شجاعت بڑا مزا لے رہی ہیں

پہلے تو کن بچی ہوئی
پھر زور سے قچی پڑی
انگنائی میں لوٹے جو وہ
ہم کو ہوئی اتنی خوشی
گویا خزانہ پالیا

تو بھائی وہ وقت نہ آ جائے کہ جب انگنائی میں لوٹنا پڑے اور وہی عوام جن کے آج مکان گرا دیے گئے ہیں، جو مہنگائی کا شکار ہیں اور جن کے بچے سکولوں سے اٹھ چکے ہیں، جو فیسیں دینے کے قابل نہیں ہیں، جو علاج کروانے کے قابل نہیں ہیں بلکہ جو دو وقت کا کھانا کھانے کے بھی قابل نہیں ہیں، انہوں نے جب انگنائی میں لوٹانا ہے ناں تو پھر لگ پتا جائے گا۔

میں اس سے پہلے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اپوزیشن کو گالیاں دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، یہ بات کہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کہ پچھلی حکومت نے یہ کیا وہ کیا فلانا کیا۔ایک رٹی رٹائی بات ہے کہ اتنے ہزار قرضہ ہو گیا ہے اب آپ figure تو ٹھیک بتائیں۔ بالکل ٹھیک بات ہے کہ 6 ہزار 2013 میں تھا اس کے بعد 14 ہزار ہو گیا، پھر ہم نے 9 ہزار لیا لیکن یہ کہتے ہیں کہ 10 سال، 15 سال، 30 سال سے ہے جب کہ ہماری Prime Ministership صرف ساڑھے نو سال کی ہے۔آپ کہتے ہیں کہ ہم چالیس سال سے لیے بیٹھے ہیں، یہ غلط بات ہے۔ اس سے آپ کی credibility خراب ہوتی ہے۔ پھر یہ کہ ہم نے نو ہزار کچھ سو لیا اور آپ نے 16 ماہ میں گیارہ ہزار سے زیادہ قرضہ لے لیا ہے۔ہم fingertips پر بتا سکتے ہیں کہ ہم نے کتنی چیزیں بنا کر دی ہیں۔ہم نے بجلی بنا کر دی ہے، آج credit لینے والوں کو یہ سوچنا چاہیے کہ یہ بجلی کس نے دی ہے، یہ بجلی 2013 میں تو نہیں تھی، یہ گیس کس نے دی ہے؟آج سردیوں کے موسم میں مختلف جگہوں پر بجلی نہیں ہے، ان باتوں کو سوچنا چاہیے۔پتا ہے کہ یہ مسائل کب حل ہوں گے؟ جب آپ اپنی Implementation Teams بنائیں گے، آپ کے پاس Implementation Team نہیں ہے ورنہ روزانہ یہ کہنے کی ضرورت نہیں تھی کہ پچھلی حکومت نے یہ کر دیا وہ کر دیا، پچھلی حکومت نے بہت اچھا کیا تھا، اگر آپ اتنا ہی کر کے دکھا دیں تو آپ کی واہ واہ ہو جائے گی لیکن آپ

نے کچھ کیا نہیں ہے، انہوں نے بھرا ہوا گلاس توڑا ہے۔اس کے علاوہ اور بھی بہت سی چیزیں ہیں جن پر بات ہو سکتی ہے۔

جناب چیئرمین! میں ایک انتہائی اہم مسئلے پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ایک issue جسٹس فائز عیسیٰ کا ہے، ایک issue جسٹس شوکت صدیقی صاحب کا ہے۔اب ان کے جو مسائل اور معاملات ہیں خاص کر کہ شوکت صدیقی صاحب نے تو باہر جا کر تقریر بھی کی ہے۔اب یا تو انہوں نے صحیح کہا ہے یا پھر غلط کہا ہے اور اگر آپ کسی فورم پر اسے طے نہیں کریں گے تو لوگ یہ سمجھیں گے اور وہ یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوں گے کہ شوکت صدیقی نے جو کچھ کہا تھا وہ درست کہا تھا یا فائز عیسیٰ نے جو کچھ کیا ہے وہ بالکل ٹھیک کہا ہے۔میں یہاں پر اس سینیٹ کے ایوان سے اور آپ سے بھی یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ کوئی ایسا کمیشن بننا چاہیے تاکہ یہ فیصلہ ہو سکے کہ کون صحیح ہے اور کون غلط ہے۔ سیٹھ وقار نے درست فیصلہ کیا ہے یا نہیں کیا؟ میں یہ سمجھتا ہوں کہ سیٹھ وقار نے ایک تاریخی فیصلہ کیا ہے، یہاں پر ہم بہت عرصے سے باتیں کر رہے ہیں، ہمارے جو موجودہ وزیراعظم عمران خان صاحب ہیں انہوں نے بھی کہا کہ اس پر سنگین غداری کا مقدمہ ہونا چاہیے اور یہ ایک دفعہ نہیں بلکہ بار بار کہا لیکن اب ان کی قانونی ٹیم، جس کے بارے میں Chief Justice of Pakistan نے یہ کہا کہ ان کی ڈگریاں چیک کریں جو کہ ابھی تک چیک نہیں ہوئیں، وہ سارے پرویز مشرف کے protector ہیں، یہ کتنی افسوس ناک بات ہے اور پھر اس کے بارے میں وزیر قانون نے کیسی کیسی باتیں کیں۔وہ پشاور ہائی کورٹ کا چیف جسٹس ہے اور انتہائی بہادر اور دلیر آدمی ہے، اس نے اور بھی بہت سے زبردست فیصلے کیے ہیں، ایسے لوگ معاشرے کے لیے عزت اور افتخار کا باعث ہوتے ہیں۔ہم ان کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے ہیں تو پھر یہ ریاست کیسے چلے گی؟ ریاستیں ایسے نہیں چلتیں بلکہ ریاستیں چند افراد کے کردار سے چلتی ہیں، یہ روٹی توڑ قلندروں کی روٹیوں سے ریاستیں نہیں چلا کرتیں، کھانے پینے کو بہت کچھ مل جاتا ہے۔میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کوئی کمیشن بنانے کا آپ حکم صادر فرمائیں تاکہ یہ پتہ چل جائے کہ کون صحیح کہہ رہا ہے اور کون غلط کہہ رہا ہے، جن کے بارے میں الزامات لگائے ہیں یا تو وہ صحیح ہیں یا غلط ہیں اور اگر غلط ہیں تو پھر اس پر action ہونا چاہیے لیکن کوئی فوراً فیصلہ کرے یہ بہت بڑے لوگوں کی بات ہے اور کوئی معمولی لوگوں کی بات نہیں ہے۔

چند دن پہلے ایک بہت تکلیف دہ بات ہوئی ہے کہ ایران، انڈونیشیا، ترکی، ملائشیا اور قطر سے commitment کی گئی بلکہ باقاعدہ plan بنائے گئے کہ ہم اس طرح سے کریں گے، یہ یہ کریں گے۔ میں کوئی لمبی چوڑی بات نہیں کرنا چاہتا۔ انہوں نے کانفرنس رکھ لی، انہوں نے کہا کہ ہم میڈیا میں اپنا international channel بنائیں گے۔ بہت اچھی اور خوشی کی بات تھی اور یہ سارے بڑے تگڑے ممالک ہیں اور یہ وہ ممالک ہیں جنہوں نے کشمیر کے issue پر پاکستان کی کھلم کھلا حمایت کی لیکن ہم نے ان کی ڈرائیونگ کی جنہوں نے کشمیر کے issue پر ہماری مخالفت کی اور ہندوستان کی حمایت کی اور اس مودی کو جس کو برا کہتے آپ کی زبان نہیں تھکتی، اس کو انہوں نے اپنا Highest Award عنایت فرمایا، یہ کیا ہو رہا ہے؟ دیکھیں یا تو آپ کہتے ہی نہ کہ ہم آپ کی کانفرنس میں آئیں گے، آپ نہ کہتے کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں لیکن اتنی جلدی یہ کیا کیا۔ آپ U-Turn لیں ہم نے کب منع کیا ہے اور ہمارے منع کرنے سے ہوگا بھی کچھ نہیں لیکن ہوتا یہ ہے کہ جو پیچھے بیٹھا ہوتا ہے وہ ڈرائیور کو جو بھی کہتا ہے وہ وہی کرتا ہے، وہ کہتا ہے ادھر مڑ جاؤ، ادھر مڑ جاتا ہے، وہ کہتا ہے کہ ادھر مڑ جاؤ تو ادھر مڑ جاتا ہے، بس یہاں یہی سب کچھ ہو رہا ہے۔

میں اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں کر سکتا ہوں، اس وقت کشمیر پر جو ہماری پالیسی ہے کیا یہ پالیسی پاکستان کو سوٹ کرتی ہے؟ ہم نے بڑھکیں تو بڑی ماریں لیکن بڑھک مارنے سے تو مسائل حل نہیں ہوتے، تقریریں کرنے سے بھی نہیں ہوتے جب تک آپ عملی طور پر کچھ کر کے نہیں دکھائیں گے۔ آج ڈیڑھ سو سے زیادہ دن ہو چکے ہیں۔ کیا کیا آپ نے کشمیریوں کے لئے سوائے ایک تقریر کے؟ ایسے نہیں ہوگا۔ کشمیری بھی سمجھتے ہیں اور اب جو ان کے لیڈروں کے بیانات آ رہے ہیں وہ ذرا سن کے دیکھیں۔ گو میں ایک اور بات اس حوالے سے کرنا چاہتا ہوں کہ آج انڈیا کے اندر بہت ساری ریاستوں میں جو صورت حال ہے۔ اب تو دہلی تک میں احتجاج ہو رہا ہے، تری پورہ میں احتجاج ہو رہا ہے، آسام میں ہو رہا ہے، بنگال میں ہو رہا ہے، چھتیس گڑھ میں ہو رہا ہے، بہار میں ہو رہا ہے اور جن جن جگہوں پر ان کے ایک مخصوص قانون کی وجہ سے احتجاج ہو رہا ہے، میں ان احتجاج کرنے والے بہادر لوگوں کو سلام پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ وہ جمہوریت کے لئے، اپنے حقوق کے لئے بلا تخصیص انہوں نے اس حکومت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دی ہیں۔ ان کو بھگتنا

پڑے گا۔ بہر حال! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارا بھی تو کوئی کردار ہونا چاہیے اور وہ نظر آنا چاہیے۔ وہ کردار نظر نہیں آ رہا۔

اسی طرح بہت ساری باتیں یہاں لوگ کر جاتے ہیں کہ جی ایون فیلڈ ہے، فلاں ہے، فلاں ہے۔ بھائی ایون فیلڈ جب ان لوگوں کا ہے، وہ دو تین فلیٹ ہیں، میں نے دیکھے ہیں کہ جو پیدا ہوئے تھے تو ارب پتی تھے۔ وہ لوگ کہہ رہے ہیں جو ان سے پیسے لیتے رہے ہیں۔ دیکھیں ناں، میں نے یہ بات نہیں کہی، یہ عمران خان صاحب نے کہا اور یہ ریکارڈ پر ہے ،clip موجود ہے کہ 1989 میں پچاس کروڑ روپے نواز شریف نے شوکت خانم کو دیے، زمین بھی دی اور جتنی مشینری آئی اس پر ڈیوٹی بھی معاف کی تو کس نے بنایا پھر یہ؟ آپ کہتے ہیں کہ آپ نے بنایا۔ آپ نے صرف یہ کیا کہ اس میں جو بورڈ بنایا اس میں اپنے سارے رشتے دار ڈال دیے جن کی ابھی تک چھ چھ لاکھ روپے تنخواہیں ہیں۔ پھر اس کا کوئی اکاؤنٹ نہیں ہے۔

ایک سو سات ارب روپے تین باجیوں کے پاس سے نکلے تو کوئی پوچھنے والا ہے؟ وہ کہاں کا پیسا ہے؟ میں آپ سے ان کی بات نہیں کر رہا بلکہ پوری دنیا میں آج کل باقاعدہ ایک مافیا ہے جو یہ کرتا ہے کہ کوئی سوشل ویلفیئر کا ایک چھوٹا موٹا سا ادارہ بنالیتا ہے، کوئی ہسپتال بنا رہا ہے، کوئی یتیم خانہ بنا رہا ہے، کوئی کچھ بنا رہا ہے ۔ اس کے بعد وہ جو چندے اکٹھے کرتے ہیں۔ ہر روز چندے، ہر روز چندے۔ کوئی فلمیں دکھا دیں گے، کوئی افریقہ کی فلم دکھا رہا ہے کہ بچے کو کوئی پرندہ اٹھا کے لے جا رہا ہے اور وہ اس طرح لوگوں کے جذبات سے کھیلتے ہیں۔ اس کی آڑ میں وہ خوب دبا کر چندے اکٹھے کرتے ہیں۔ یہ اربوں روپے کسی کے پاس ویسے ہی نہیں آ جاتے ورنہ اس طرح کے اداروں کو چلانا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ پھر جن لوگوں نے اصل میں کردار ادا کیا اور پچاس پچاس کروڑ روپے دیے، آج سے تیس سال پہلے کے بارے میں ذرا سوچیں کہ پچاس کروڑ روپے کی رقم کتنی بڑی تھی۔ یہ کس نے دی تھی؟ نواز شریف نے دی تھی ناں اور اس کی تختی بھی لگائی گئی تھی جس کو بعد میں توڑ دیا گیا۔ نواز شریف نے شریف میڈیکل سٹی کے لئے جو مشینری درآمد کی اس پر پوری ڈیوٹی ادا کی۔ اس کی زمین اپنی خریدی جبکہ ان کی ہر چیز مفت کی ہے۔ یہ نواز شریف کو کہہ رہے ہیں کہ ان کا ایون فیلڈ کہاں سے آیا۔ بھئی آپ نے تو ان سے اپنے گھر کے لئے پلاٹ لیا۔ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ آپ تو بعد میں بھی، بہت بعد میں میرے سامنے، میں موجود تھا کہ آپ سعودی عرب میں جا کر ان سے چندے مانگتے

رہے۔ ان دونوں بھائیوں نے دیے اور علیحدہ علیحدہ دیے۔ ایک نے دیا تو کہا کہ دوسرا کیوں نہیں دیتا اور دوسرے سے بھی لے لئے۔ مجھے figure تک یاد ہے۔ پھر آج آپ کس منہ سے ان کے خلاف بات کرتے ہیں؟ مجھے سمجھ نہیں آتی۔

کسی کے خلاف ، انہوں نے پانامہ پانامہ کیا، مجھے کوئی جواب دے ناں کہ چار سو چھپن آدمیوں میں سے صرف ان کا نام ہے، کسی کے خلاف انہوں نے کوئی ایکشن کیا ہے؟ نہیں کیا ناں؟ انہوں نے کہا تھا کہ ہم سب کے خلاف کریں گے۔ نواز شریف کے خلاف مدعی بنے۔ آج جب اوپر ذرا سا بوجھ آتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم نے تو یہ کیس نہیں بنایا۔ ڈرپوک اتنے ہیں۔ بھئی آپ مدعی تھے اور اس وقت جو حکومت کی صورت حال تھی وہ ساری دنیا کو پتا ہے کہ کس طریقے سے حکومت کے ساتھ جو کچھ ہو رہا تھا۔ نہ کسی وزیر کی کوئی سنتا تھا تو اس میں آپ اب ہیں۔ مجھے بتائیں ناں کہ کتنے لوگوں کے خلاف آپ نے کیس بنائے ہیں اور نواز شریف کے خلاف پانامہ کیس میں آپ اس کو سزا نہیں دے سکے۔ آپ کی پارٹی کے ورکر ثاقب نثار نے جا کر ارشد جج کو کہا کہ نواز شریف کو ہر قیمت پر سزا دینی ہے جب کہ وہ سزا نہیں دے پا رہا تھا۔ اس کی بھی ویڈیو کلپ موجود ہے۔ ویڈیو سامنے آ گئی ہے اس پر کوئی کان دھرنے کو تیار نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ اس ملک کے خلاف ظلم کرنا تھا، زیادتی کرنی تھی وہ کر دی ہے۔

میں اپنے بھائیوں اور دوستوں کو بتانا چاہتا ہوں، پھر بات یہ ہے کہ ریاست مدینہ کا نام لے کر یہ ساری باتیں ہو رہی ہیں۔ ریاست مدینہ بڑا افضل ترین نام ہے۔ ریاست مدینہ کی اگر تاریخ پڑھیں تو اس میں نہ کہیں حریم شاہ نظر آئے گی اور نہ کہیں صندل خٹک نظر آئے گی کسی وزیر کے خلاف۔ ریاست مدینہ کو بدنام کرتے ہیں؟ آپ تو ریاست کوفہ سے بھی بدتر ہیں، جو کچھ حرکتیں ہو رہی ہیں۔ ریاست مدینہ میں تو حضرت عمر فاروق خلیفہ تھے۔ اس وقت صدر یا وزیر اعظم نہیں ہوتے تھے۔ اس میں خلافت ہوتی تھی۔ چاہے وہ حضرت عمر فاروق کی ہو، حضرت ابوبکر صدیق کی ہو، حضرت عثمان غنی کی ہو، حضرت علی کی ہو یا دیگر لوگوں کی ہو۔ پھر ان کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں کہ وہ کرتے کیا رہے ہیں۔ وہ عوام کو کتنا ریلیف دیتے تھے، وہ اپنا پیٹ کاٹ کر ریلیف دیا کرتے تھے۔ آج اپنے پیٹ بھرے جا رہے ہیں اور ریاست مدینہ کے نام پر بھر رہے ہیں۔ ثاقب نثار جیسے آدمی نے آپ کو صادق اور امین قرار دے دیا ہے۔ اب ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ آپ کا بھی نام صادق ہے، ہم تو کچھ کہہ

بھی نہیں سکتے، اف اللہ ہم تو کچھ کہہ بھی نہیں سکتے۔ یہاں پر بڑے بڑے صادق اور امین پڑے ہوئے ہیں لیکن یہ اچھا ہوا کہ ثاقب نثار نے یہ کیا ہے کہ جس کا نہ کوئی آگے ہے، نہ پیچھے ہے۔ جن کے اوپر کبھی کوئی کچھ پڑھنے والا بھی نہیں ہوگا آپ دیکھیں گے۔ یہ لوگ ساری زندگی منہ چھپاتے پھریں گے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ کم از کم یہ نہ کریں کیونکہ مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔

یہ جو ریاست مدینہ ہے یہ مذاق کی بات نہیں ہے۔ اس کا نام جو ہے، اس میں ایسے ایسے لوگ تھے جو اللہ کے نزدیک بڑے افضل ترین لوگ تھے، محبوب ترین لوگ تھے۔ آپ ان کا نام لے کر کیا کر رہے ہیں؟ کیا کیا ہے آپ نے؟ عوام رو رہے ہیں۔ ان کے آنسو رکنے کا نام نہیں لے رہے۔ ان کے آپ نے مکان گرا دیئے، ان کی آپ نے دکانیں گرا دی ہیں، ان کو آپ نے مہنگائی کی چکی میں پیسا ہے۔ بجائے اس کے کہ ریاست مدینہ میں لوگوں کے چہروں پر مسکراہٹیں لانے کے لئے خلیفۂ وقت اونٹ کی مہار پکڑ لیا کرتا تھا اور غلام کو اونٹ کے اوپر بٹھا دیا کرتا تھا۔ کس ریاست مدینہ کی آپ بات کرتے ہیں؟ ریاست مدینہ کے بارے میں آپ نے کبھی پڑھا ہے؟ ریاست مدینہ سے پہلے وہاں پر کیا ہوتا تھا۔ آپ نے نہیں پڑھا ناں۔ اسی لئے آپ اس طرح کی باتیں کر رہے ہیں۔ میں آپ کے توسط سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ برائے مہربانی یہ ظلم نہ کریں، یہ میرے نزدیک زیادتی ہے۔

مشرف کے خلاف فیصلہ آیا، نواز شریف نے ہمت کی تھی ناں۔ Article 6 لگایا تھا، آپ ہر کام کے بارے میں یہ کہتے تھے کہ سب سے پہلے میں نے نہیں کیا۔ بھئی پرویز مشرف اگر کولن پاول کے ایک ٹیلیفون پر ڈھیر نہ ہوتا تو ستر ہزار افراد، جن میں دس ہزار ہمارے فوجی تھے اور ساٹھ ہزار سویلین تھے، انہیں اپنی جانوں کا نذرانہ نہ دینا پڑتا۔ ہماری اکانومی کو پرویز مشرف کے ایک فیصلے کی وجہ سے سوارب روپے سے زیادہ کا نقصان پہنچا۔ ڈھیر ہو گئے ان کے سامنے، کولن پاول نے جا کر بش سے کہا کہ میں نے سات آٹھ باتیں کہی تھیں اور سوچ رہا تھا دو تین مان لے گا تو کافی ہیں، وہ ساری مان گیا۔ پھر آپ ظلم کی انتہا دیکھیں، اس نے یہ کہا تھا، میں آپ کو یاد کراتا ہوں کہ ہم صرف logistic support دیں گے اور کچھ نہیں دیں گے۔ یہ اس کا exact جملہ تھا لیکن اس نے جیکب آباد اور شمسی ایئر بیس دے دیے۔ جہاں سے ستاون ہزار sorties ہوئی ہیں۔ امریکی بی 52 جنگی جہازوں نے جا کر ان طالبان پر، ان کے ٹھکانوں پر بمباریاں کیں جو ہمیشہ پاکستان کے ساتھ تھے اور آج بھی پاکستان کے ساتھ ہیں۔ ان کے سفیر ملا عبدالسلام ضعیف جس کو پاکستان نے تسلیم کیا

تھا، پرویز مشرف نے ہزاروں سال کی تاریخ رقم کردی کہ اس کو نہ صرف پشاور ایئر بیس پر امریکیوں کے حوالے کیا بلکہ اس نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جب مجھے حوالے کیا گیا تو مجھے ننگا کر دیا گیا۔ تو میں نے ان سے کہا کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ ننگا کر کے اس کو حوالے کیا گیا۔ یہ پاکستان کیا دنیا کی ہزاروں سال کی تاریخ میں مجھے بتائیں کہ مدینہ کی ریاست کی بات کرنے والے آج پرویز مشرف کو support کر رہے ہیں، جب حضور اکرم ﷺ نے نجاشی کے دربار میں ایلچی کو بھیجا تھا اور وہاں پر کچھ issues پر بات ہوئی تو نجاشی کے لوگ تھوڑی سی گرمی کھا گئے تھے تو نجاشی نے کہا تھا کہ خبردار! یہ سفارتکار ہے، اس کی زندگی کی ضمانت دینا میری ذمہ داری ہے۔ اس کو کسی نے انگلی نہیں لگائی تھی۔ ہم نے سفیر کو کس بے دردی کے ساتھ حوالے کیا، پھر جا کر گوانتانا موبے میں دینے گیا۔ یہ سارا کچھ کرنے کے بعد کسی کو جراءت نہیں ہوئی کہ اس کے خلاف Article 6 کا مقدمہ درج کرے۔ یہ جراءت محمد نواز شریف ہی کو ہوئی۔ عدالت میں بھی وہ پیش ہوا۔ ایک وقت ایسا بھی آیا جب وہ عدالت جاتے ہی پہلی مرتبہ وہ کرسی پر بیٹھ گئے تو جج نے کہا کہ کھڑے ہو جاؤ، بیٹھے کیسے ہو تم۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا، جس طریقے سے انہیں باہر نکالا گیا، وہ ساری دنیا کے سامنے ہے لیکن وقار سیٹھ، چیف جسٹس پشاور ہائی کورٹ نے جو فیصلہ کیا، وہ تو سنہری حروف میں لکھا جائے گا، اس کو کوئی مانے یا نہ مانے۔ وقار سیٹھ کے فیصلے کو پوری حکومت، خاص طور پر عمران خان کو support کرنا چاہیے تھا۔ یہاں ان کا وزیر قانون کہہ رہا ہے کہ اس کا دماغ ہی ٹھیک نہیں ہے۔ بھائی! عمران خان صاحب نے تو کہا تھا کہ یہ اس میں سنگین غداری کا مرتکب ہوا ہے، اس کے خلاف غداری کا مقدمہ چلنا چاہیے۔ آج ان کا وزیر قانون کیا کہہ رہا ہے اور وہ خود کیا کہہ رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! آپ ذرا سوچیئے۔ ایک اور issue بڑا اہم ہے۔ Students' Union کی بات ہوئی، بڑے بڑے جلوس لال جھنڈوں کے ساتھ نکلے، یہ بھی کہا گیا کہ سرخ ہے، سرخ ہے، ایشیا سرخ ہے۔ حالانکہ ایشیا نہ روس میں سرخ ہے، نہ چین میں سرخ ہے، اللہ جانے کہاں پر سرخ ہے، اس ملک میں بڑے پرانے سرخے دفن ہو چکے ہیں۔ جن پرانے سرخوں نے وہاں پر تقریر کی، تین بندوں نے تقریر کی تھی، میں نام نہیں لینا چاہتا۔ ان میں سے ایک تو ابھی بھی genuinely ہے بھی سرخا، لیکن دو liberal ہو چکے ہیں، امریکہ کا مال کھا رہے ہیں اور لمبا چوڑا کھا رہے ہیں۔ وہ تقریر کر رہے ہیں کہ ایشیا سرخ ہے۔ بات یہ ہے کہ Students' Union

بحال ہونی چاہیے، یہ کیوں بحال ہونی چاہیے، میں اس کی دلیل دیناچاہتاہوں۔ اس لیے بحال ہونی چاہیے کہ آج جب ہم بات کرتے ہیں کہ سیاست میں بہت زیادہ کرپشن آ گئی ہے، وہ تو ٹھیک آئی ہے۔ اس لیے ٹھیک آئی ہے کہ Students' Leader teenageمیں جب leader بنتاہے تو پھر وہ اپنے آپ کو بہت ساری قباحتوں سے دور رکھتا ہے، اس لیے کرلیتا ہے کہ وہ اب leader بن گیا ہے، کہ یہ سیدھے الٹے کام نہیں کرنے ہیں۔

اسی طرح Trade Unions تھیں، وکلا تھے، ان کی بڑی اچھی repo تھی، اب کچھ عرصے سے حملے شملے کرنے شروع کردیے ہیں، ان سے ڈر ہی لگنا شروع ہوگیا ہے۔ یہ اصل میں nurseries تھیں جہاں سےleadership نکلتی تھی۔ ہم نے طلباء یونین کو یہ کہہ کر ختم کیاکہ لڑائی ہوتی ہے، بھائی! لڑائی اس کے بعد نہیں ہوئی جب آپ نے ختم کیا، آج تک ہو رہی ہے بلکہ پہلے جو Students' Unions ہوتی تھیں، اب وہاں پر قوم پرست تنظیمیں ہیں جو کہ بڑی خطرناک بات ہے، قتل بھی ہوتے ہیں، سب کچھ ہوتاہے۔ میں یہ کہناچاہتاہوں کہ طلباء کی ایک خاصیت ہوتی ہے، وہ چونکہ کم عمر ہوتے ہیں، انہیں پیسے وغیرہ کی ضرورت نہیں پڑتی، کوئی اشتہا نہیں ہوتی، کوئی لالچ نہیں ہوتا تو وہ corrupt نہیں ہوتے، Students' Leader corrupt نہیں ہوتے۔ اکا دُکاتو ہر معاشرے میں ہوتاہے۔ آج بھی پرانے لوگوں کو نکال کر دیکھ لیں جو Student Leader تھے، ان میں rare کوئی corrupt ہو لیکن corrupt لوگوں نے وہ راستہ روکا ہے۔ ہم نے ان کو آنے نہیں دیا جس کے نتیجے میں کیا ہوا؟ ہیروئن بیچنے والے بھی پارلیمنٹ میں پہنچ گئے، بہت سارے property dealer بھی پہنچ گئے۔ پہنچنا چاہیے لیکن جب پڑھے لکھے لوگوں کے ہاتھ سے سیاست نکل جائے گی، جب نظام ان پڑھ لوگوں کے ہاتھ میں آئے گا یا ان لوگوں کے ہاتھ میں آئے گا جن کے ذاتی مفادات ہیں۔ وہ پارلیمنٹ میں بیٹھے ہوئے ہیں، ہر کمیٹی میں بیٹھے ہوئے ہیں، وہ اپنے اپنے مفادات کی بات کرتے ہیں، کوئی mill owner ہے، کوئی جاگیر دار ہے، کوئی کارخانے والا ہے، کوئی بہت بڑا businessman ہے، تو وہ اپنی اپنی بات ٹھیک کریں گے، اگر Student Leader بیٹھے ہوتے تو وہ اپنی بات کرتے۔

آج Trade Unions کی کیا حالت ہے، ایک سرمایہ دار ہوتا ہے، وہ ہزاروں لوگوں کو نوکری سے نکالنے میں ایک second لگاتا ہے۔ آج بھی دیکھ لیں، نوکری سے نکالنا ہو، آپ پی آئی

اے میں صبح کہیں تو شام سے پہلے پہلے پانچ ہزار لوگوں کو نوکری سے نکال دیں گے، ابھی بھی انہوں نے نکالے ہیں، اور بھی بہت ساری جگہوں پر نکالے ہیں، ERRA کے لوگ نکلے ہوئے ہیں، ساٹھ ستر latest نکالے ہیں، ان بے چاروں کو اندر جانے ہی نہیں دیتے۔ یہ اس لیے ہے کہ ان کی کوئی سننے والا نہیں ہے، ان کا کوئی نمائندہ یہاں پر نہیں بیٹھا ہوا ہے۔ نہ طلباء کا نمائندہ بیٹھا ہوا ہے اور نہ Trade Union کا نمائندہ بیٹھا ہوا ہے، جن کے نمائندے بیٹھے ہوئے ہیں، ان ہی کی عیش ہے۔ میں سمجھ گیا کہ آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں۔ اگر وقت نہیں ہے تو میں بیٹھ جاؤں گا۔

جناب چیئرمین: بڑی مہربانی، تیس منٹ ہو گئے ہیں۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: میں آخر میں جو بات کہہ رہا تھا، اس سے منسلک یہ کہہ کر بات ختم کرتا ہوں کہ:

جہانِ کہنہ کے مفلوج فلسفہ دانو!
نظام نو کے تقاضے سوال کرتے ہیں
یہ شاراہیں اسی واسطے بنی تھیں کیا؟
کہ ان پہ دیس کی جنتا سسک سسک کے مرے
زمیں نے کیا اسی کارن اناج اگلا تھا
کہ نسل آدم و حوا، بلک بلک کے مرے
ملیں اسی لیے ریشم کے ڈھیر بنتی ہیں
کہ دختران وطن تار تار کو ترسیں
چمن کو اس لیے مالی نے خوں سے سینچا تھا
کہ اُس کی اپنی نگاہیں بہار کو ترسیں
زمیں کی قوّتِ تخلیق کے خُداوندو!
مِلوں کے مُنتظمو! سلطنت کے فرزندو!
پچاس لاکھ فسُردہ، گلے سڑے ڈھانچے
نظامِ زر کے خِلاف احتجاج کرتے ہیں

خموش ہونٹوں سے، دَم توڑتی نگاہوں سے!

بشر، بشر کے خلاف احتجاج کرتے ہیں

وماعلینا الا البلاغ۔

Mr. Chairman: A delegation led by Dr.Mubashir Tufail Chaudhry, President, Chamber of Commerce, United States of America is present in the House. Welcome to the House.

(Desk thumping)

Mr. Chairman: Senator Muhammad Ali Khan Saif.

Senator Muhammad Ali Khan Saif

سینیٹر محمد علی خان سیف: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! کل سے جب اس اجلاس کا آغاز ہوا تو بڑی اچھی تقاریر سننے کو ملیں۔ پاکستان کی تاریخ کے حوالے سے جو باتیں ہوئیں، میرے لیے وہ ایک shock تھا چونکہ میں شاید کل رات کو ہی خواب دیکھنے لگ گیا تھا اور اجلاس میں آ کر بھی شاید میں سویا رہا یا شاید پاکستان کی تاریخ راتوں رات بدل گئی۔ میں جب تقاریر سن رہا تھا، مزہ بھی آ رہا تھا، بیٹھے بیٹھے میں نے خواب دیکھا، میں نے یہ دیکھا اور مجھے کل پتا چلا کہ پاکستان کی جو آج بری حالت ہے، معاشی حالات خراب ہیں، سیاسی عدم استحکام ہے، بیرونی اور اندرونی مسائل ہیں، ان کا حل ڈھونڈنے کے لیے ہمیں دور جانا نہیں پڑتا بلکہ ان کا تو ایک ہی مجرم ہے، ایک ہی شخص ہے، اس کا نام پرویز مشرف ہے۔ اس نے پاکستان کو تمام خطرات سے دوچار کیا، پاکستان کو کمزور کیا، پاکستان کے آئین کو پامال کیا، پاکستان کے اداروں کو کمزور کر دیا، عدالتوں کو کمزور کر دیا۔

میں نے یہ بھی دیکھا اور یہ میرے لیے کافی دلچسپی کا باعث تھا، مجھے یہ بھی خیال آیا کہ جیسے اس Hall میں، اس ایوان میں جو تقاریر ہو رہی ہیں، یہاں پر Winston Churchill, Abraham Lincoln, Disraeli, بہت بڑے بڑے socialist رہنما، Lenin, Tropki, Marx, Angles, Khaki پھر مجھے اچانک یہ بھی خیال آیا اور خواب میں دیکھا کہ یہاں پر اسلامی انقلاب کے داعیوں کی بھی روحیں موجود ہیں اور وہ بھی تقریریں کر رہی ہیں۔ امام الحسن البنہ شہید، سید محمد قطب شہید، مجھے نظر آئے ڈاکٹر جمال الدین افغانی بھی کہیں منڈلا رہے ہیں۔ مجھے یہ بھی نظر آیا کہ یہاں پر میاں طفیل محمد جیسے بہت بڑے سیاستدان اور کردار والے لوگ

بھی موجود ہیں۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ ملک بننے کے بعد 1947ء سے 1956 ءتک آئین سازی میں جو تعطل رہا وہ ہمارے سیاستدانوں نے نہیں بلکہ ہمارے فوجی جرنیلوں نے کیا تھا۔ 1956ء میں ہمارا آئین بنتا ہے، 1947ء میں ہم آزاد ہوتے ہیں۔ اتنے عرصے کا gap بھی شاید کسی مارشل لاء کے دور میں ہوا۔ اس وقت سیاستدان نہیں تھے، چلیں میں نے fast forward کیا اور 1973ء آگیا۔ 1973ء میں، میں نے بڑی دلچسپ صورت حال دیکھی کہ 1973ء میں آئین بنتا ہے اور جمہوریت آتی ہے لیکن کچھ ہی عرصے کے بعد نیشنل عوامی پارٹی پر پابندی لگ جاتی ہے، اس کے لیڈروں کو جیلوں میں ڈالا جاتا ہے۔ ولی خان جیسے راہنما پر تشدد کیا جاتا ہے اور وہ حیدر آباد جیل میں رہتے ہیں۔ عبدالصمد اچکزئی جیسے لوگوں پر تشدد کیا جاتا ہے اور وہ جیلوں میں رہتے ہیں۔ میاں طفیل محمد جیسے لوگ، مولانا مودودی جیسے لوگوں کے خلاف کیسز بنتے ہیں۔ یہ بھی شاید کوئی فوجی جرنیل تھا جس نے حکومت کی اور یہ سارے اقدامات کئے۔

جناب والا! پھر میں نے دیکھا کہ پشاور میں حیات محمد خان شیر پاؤ کو بم دھماکے میں اڑایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر نذیر جو جماعت اسلامی کے راہنما تھے ان کو شہید کیا جاتا ہے۔ مولانا شمش الدین ،اگر میرا حافظہ صحیح طرح سے ساتھ دے رہا ہے، جو جمعیت العلمائے اسلام کے ایک راہنما تھے جنہیں بلوچستان میں قتل کر دیا گیا تھا۔ جو مجھے یاد پڑتا ہے، میں نے تاریخ میں نہیں دیکھا کہ اس کا الزام کسی فوجی پر نہیں لگا تھا بلکہ وہ الزام اس وقت کے وزیراعظم پر لگا تھا۔ اس کے بعد ایک اور قتل ہوتا ہے جس میں عدالت اس کو سزا بھی دے دیتی ہے، بدقسمتی سے میں اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہ رہا کیونکہ میں تاریخ میں تھوڑا سا confuse ہو رہا ہوں۔ میں اس وقت confuse حالت میں یہ باتیں کر رہا ہوں۔ پھر میں نے دیکھا کہ فوجی حکومت آتی ہے، فوجی حکومت جب آتی ہے اور فوجی حکومت کے ارد گرد، میں نے کچھ اور چہرے دیکھے، وہ بھی ہمارے ملک کے سیاستدان تھے، ان میں بڑے بڑے نام تھے اور وہ اس فوجی آمر کے ارد گرد منڈلا رہے تھے بلکہ بعض کو میں نے اس نرسری سے develop ہوتے ہوئے بھی دیکھا۔اس فوجی آمر کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ مختلف شکلوں میں اس ملک پر حکومت بھی کرتے رہے۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ سپریم کورٹ میں کچھ لوگوں نے جا کر ججز کی تعریفیں کیں اور ان کو ہار بھی پہنائے۔ یہ اور بات ہے کہ کچھ دیواریں ٹوٹ گئیں، کچھ گملے ٹوٹ گئے، کچھ کھڑکیاں ٹوٹ گئیں، کچھ دروازے ٹوٹ گئے لیکن ان کا مقصد ان ججوں کو خراج عقیدت پیش

کرنا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ آپ بتائیں کہ آپ انصاف کے بڑے علمبردار ہو، ہم آپ کے ساتھ کھڑے ہیں۔

جناب والا! میں نے پھر سوچا کہ شاید میں confuse ہوں کیونکہ میں کل کافی تھکا ہوا تھا۔ پھر میں نے ایک اور چیز دیکھی کہ بڑے بڑے صحافی، جن میں بڑے بڑے نام ہیں، ان میں، میں ایک نام لینا چاہوں گا، نجم سیٹھی صاحب، کچھ اور بھی ہیں، ان پر بھی تشدد کیا گیا، ان کو گرفتار کیا گیا۔ مارشل لاء تو نہیں تھا، پتا نہیں کس نے گرفتار کیا، میں نے سوچا کہ شاید کوئی پرستان نام کا کوئی ملک ہے، اس کا کوئی آمر ہے جس نے یہ کام کیا ہے۔ Maybe اس نے آواز دبانے کی کوشش کی ہے کیونکہ پرستان تو جنت نظیر ملک تھا۔ اس کے خلاف بات تو نہیں کرنی چاہیے تھی لیکن بہر حال کچھ لوگوں نے جرأت کی۔ اب یہی تاریخ کا سلسلہ چلتے چلتے آتا ہے، مجھے ایک اور شخص یاد آتا ہے جس نے ایک ادارہ بنایا تھا، جس کا نام احتساب کمیشن تھا۔ اس احتساب کمیشن میں اس سے پہلے کے دور حکومت کے جو لوگ تھے ان کو احتساب کے نام پر ٹھیک ٹھاک رگڑا لگایا گیا۔ شاید وہ بھی کسی اور نے کیا تھا، وہ بھی کوئی فوجی آمر تھا یا شاید کوئی ڈکٹیٹر تھا، بہر حال یہ سب تاریخ کا حصہ تھا، میں نے تو کتابوں میں یہی پڑھا ہے، اخبارات میں یہی دیکھا ہے لیکن میرا حافظہ کل support کرنے سے قاصر تھا۔

جناب والا! اس کے بعد ایک اور شخص آیا، پرویز مشرف۔ یقینی طور پر اس عدالت نے، جس طرح کی تاریخ ہم نے تھوڑی دیر پہلے اور کل بھی سنی ہے، بڑا خراب آدمی تھا، اس نے اس ملک کو بڑا نقصان پہنچایا۔ کردار کے لحاظ سے بھی بڑا گندا آدمی تھا، ہر لحاظ سے غلط آدمی تھا، شاید اس کے کانوں سے دھوئیں نکلتے تھے، منہ سے آگ نکلتی تھی، اس نے انسانیت کا قتل عام کیا۔ پھر مجھے یاد آیا کہ امریکہ سے ایک فون آیا اور وہ ڈھیر ہو گیا۔ اس وقت میرے ذہن میں ایک کھڑکی کھلتی ہے اور مجھے 1990 میں صدام حسین کا عراق نظر آتا ہے۔ صدام حسین نے کویت پر حملہ کیا اور کویت پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت شاید پرستان میں کسی فوجی ڈکٹیٹر کی حکومت تھی کیونکہ اس نے امریکہ کی حمایت کی اور پاکستان میں لوگ صدام حسین کی حمایت میں بات کر رہے تھے، امریکہ کی intervention کے خلاف مظاہرے ہو رہے تھے لیکن پرستان کے اس راجہ نے جہاد کا علم بلند کیا اور امریکہ کو انکار کر دیا تھا، کہ نہیں میں تو عراق کی ہی حمایت کروں گا اور تمہیں کوئی حق نہیں ہے کہ پانچ ہزار میل سے آ کر سعودی عرب کی مقدس سرزمین پر، اپنے فوجی اڈے بنا کر عراق میں intervention کرو۔ نہیں یہ امت

مسلمہ کا معاملہ ہے اس میں ہم آپ کو intervention نہیں کرنے دیں گے۔ شاید ایسا ہوا ہو، بہر حال اگر مجھے میرا حافظہ دھوکہ نہیں دے رہا تو یہ سب کچھ ہوتا رہا، یہ سب کچھ رہا، عجیب عجیب فیصلے بھی عدالتوں سے ہوتے رہے، میں تو پاکستان میں رہتا تھا لیکن شاید واقعہ افغانستان میں ہو رہا تھا۔ پرستان کی کوئی عدالت تھی جس نے بھٹو صاحب کو ایک کیس میں قتل کر دیا، سزا دے دی اور ان کو شہید کروا دیا، پھانسی دے دی اور اس کے کچھ سالوں کے بعد اسی عدالت کے جج نے خود کہہ دیا کہ نہیں یہ تو غلط ہوا تھا۔ وہ اس عدالت کا چیف جسٹس رہا تھا، اس کا تو کہیں ذکر میں نے نہیں سنا کہ کسی نے اس پر اعتراض کیا ہو۔ اس کے علاوہ میں نے ایسے بھی کیسز دیکھے ہیں جس میں جنرل ضیاء کے مارشل لاء کو justify کیا گیا، legalise کر دیا گیا، وہ فیصلے بھی شاید کسی اور ملک کے تھے۔

جناب والا! ایک چیز جو مجھے حیران کر رہی ہے کہ جب میں یہ سارا نظارہ دیکھتا رہا تو اچانک میری آنکھ کھل گئی اور میں جاگ گیا۔ میں نے جاگ کر دیکھا تو مجھے میرے سارے بھائی نظر آئے اور میں بڑا خوش ہوا کہ اچھا یہ جو تاریخ کی distortion میرے ذہن میں آ رہی تھی کہ یار ہماری تو بڑی گندی تاریخ ہے، یہاں تو ایسی بات نہیں ہے، یہاں تو میرے بھائی بیٹھے ہوئے ہیں، آئینی راہنما بیٹھے ہوئے ہیں، بڑے بڑے سیاسی ورکر بیٹھے ہوئے ہیں، بہرہ مند تنگی ویسے بھی میرا دوست ہے وہ بھی بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے اس کو دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی، مشتاق صاحب کو دیکھ کر مجھے زیادہ خوشی ہوئی کہ بڑے بڑے اچھے اچھے راہنما ہیں، یہ سارے میرے بھائی ہیں۔ پھر میں حقیقت کی دنیا میں آیا اور حقیقت کی دنیا میں، میں نے یہ دیکھا اور سوچا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے یہ کہا گیا کہ ایون فیلڈ اپارٹمنٹ خاندانی دولت سے کمایا گیا اپارٹمنٹ ہے۔ سرے محل and for that matter بہت کچھ۔ احتساب کمیشن بھی کسی اور نے بنایا تھا، ہمارے راہنماؤں نے تو نہیں بنایا تھا وہ تو فوجیوں نے بنایا تھا۔ اس کے بعد ایک بہت interesting بات سامنے آئی جو student union کی بات کی گئی۔ مجھے تو خود یاد ہے، میں خود خیبر میڈیکل کالج پشاور کا طالب علم تھا، اسلامی جمعیت طلباء سے میرا تعلق تھا اور پیپلز سٹوڈنٹس فیڈریشن کے ساتھ ہماری لڑائی ہوئی جس میں ایک بے چارے طالب علم کی موت ہو گئی، اس کے بعد جنرل ضیاء نے سٹوڈنٹس یونین پر پابندی لگا دی۔ یہ 1984 کی بات ہے اور اس وقت سے لے کر آج 2019 تک اس ملک میں سٹوڈنٹس یونین پر پابندی ہے، بند ہے۔ مجھے شاید تاریخ پڑھنے میں غلطی ہو رہی ہے لیکن جب میں دیکھتا ہوں اور مجھے یاد آتا ہے کہ جنرل ضیاء کے

بعد کافی عرصے تک جمہوریت کی حکمرانی رہی، جمہوریت پسند لوگوں کی حکمرانی رہی۔ اس کے بعد جب پرویز مشرف آتا ہے، اس کے بعد بھی دس بارہ سال تو ہوگئے ہیں جمہوریت پسند لوگوں کی حکومت ہے۔ مجھے نہیں سمجھ آتی کہ سٹوڈنٹس یونین پر اگر ایک ڈکٹیٹر نے پابندی لگادی تو بعد میں کیا مسئلہ تھا کیوں ان کو بحال نہیں کیا گیا۔ شاید یہ بھی پرویز مشرف کی روح کا یا اس کی برائیوں کا خمیازہ تھا جو کہ سٹوڈنٹس یونین بھگت رہی ہیں۔

جناب چیئرمین! میں نے ایک اور چیز بھی دیکھی اور وہ یہ دیکھی کہ جب مشرف جیسا ڈکٹیٹر ظالم، جابر، فاسق اور فاجر آتا ہے اور حکومت لیتا ہے تو فرشتے ملک سے چلے گئے تھے۔ ظاہر ہے انہوں نے تو ایسے ملک میں نہیں رہنا تھا یہ تو پھر دارالامن کی بجائے، دارلسلام کی بجائے، دارالحرب ہو گیا تھا کیونکہ یہاں پر کفار کی حکومت آ گئی تھی لیکن میں نے چند سیاسی راہنماؤں کو ان کے ارد گرد دیکھا، شاید وہ پرستان کی کسی سیاسی پارٹی کے راہنما تھے جنہوں نے اس کا ساتھ دیا۔ میں نے دیکھا کہ اسی پرستان کی ایک عدالت نے اس کے ہر حکم کو justify کیا۔ اگر کسی کو نہیں پتا تو میں ضروری نہیں سمجھتا لیکن میرے خیال میں یہ تاریخ کا حصہ ہے۔ بہر حال کئی فیصلے ایسے آئے جس میں پرویز مشرف کے مارشل لاء کو بھی justify کر دیا گیا، باقی چیزوں کو بھی کر دیا گیا چونکہ یہ پرستان ہے، پریاں بہت خوبصورت ہوتی ہیں، اس میں ہم خوبصورت چیزوں کی بات کرتے ہیں، بری چیزوں کی بات نہیں کرتے۔ ہم یہی کہیں گے، ہم جمہوریت پسند ہیں، ہم نے ہمیشہ جمہوریت کا ساتھ دیا ہے، ہم نے ہمیشہ اصولوں پر کبھی سودے بازی نہیں کی، ہم نے ہمیشہ بڑے مقاصد کے لیے جیلیں کاٹیں، سزائیں بھی لیں، ہم نے کبھی compromise نہیں کیا۔ ظاہر ہے قصور مشرف کا ہو گیا لیکن اس کے بعد ایک NRO ہوا وہ بھی پتا نہیں کس کے ساتھ ہوا، کس نے کیا، کس نے benefit لیا، میرے خیال سے شاید مجھے نہیں پتا لیکن جناب چیئرمین! ایک منٹ دیکھیں۔۔۔

جناب چیئرمین: میں نے کہا کہ آپ کو یاد دلاؤں کہ خواب سے اب بیدار ہو جائیں۔

سینیٹر محمد علی خان سیف: میں اب جاگ گیا ہوں لیکن ابھی تک میرے لاشعور پر خواب کا اثر ہے۔ پھر اس طرح ہوا کہ مجھے ایک اور بندہ ایمل کانسی کا نام یاد آیا جس کو امریکہ کے حوالے کیا گیا تھا۔ کل ہماری بہن عافیہ صدیقی کے حوالے سے بات ہوئی یقیناً ہوا ہوگا، شاید مشرف صاحب نے ڈالر لے کر جیب میں ڈال لیے ہوں گے۔ میرا اتنا تجربہ نہیں کیونکہ تھوڑے سے عرصے کے لیے وزیر رہا

ہوں لیکن state craft کی مجھے سمجھ نہیں آتی کہ جب آپ کسی کو handover کرتے ہیں تو ڈالر آپ کو آ کر بیگ میں دیتے ہیں یا کیسے دیتے ہیں۔ بہر حال ہو سکتا ہے کہ اس نے لیے ہوں۔ ایمل کانسی بھی پاکستان ہی کا شہری تھا اور اس کو تو وہاں پر سزائے موت ہو گئی تھی اور عافیہ بہن تو ابھی بھی زندہ ہے اور اللہ اس کو زندگی دے اور واپس پاکستان بھی لے کر آئے۔

میں distortion of facts کی بات کر رہا ہوں، distortion of history کی بات کر رہا ہوں شاید یہ اصطلاح میرے لیے ہو باقی لوگ شاید اس کو نہ سمجھتے ہوں۔ اب میں ایک آخری چیز پر آنا چاہ رہا ہوں کہ یہاں پر بہت بات کی گئی کہ جو سیٹھ وقار صاحب کا فیصلہ سنہری حروف سے لکھا جائے گا، یقیناً لکھا جائے گا لیکن سنہری حروف سے تو نہیں البتہ شرمندگی کے انداز اور الفاظ میں لکھا جائے گا کہ اس نے پاکستان کے آئین کو پڑھے بغیر، ان عدالتوں کو پڑھے بغیر ،ان کے فیصلوں کو پڑھے بغیر، جنہوں نے یہ کہا ہے کہ اس طرح کے حالات میں اس طرح کے انداز میں سزائے موت نہیں دی جا سکتی ہے اور نہ ہی اس پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ بہر حال پاکستان میں چونکہ قانون موم کی ناک کی طرح change ہوتا ہے، جیسے کسی مجسمے کی ہوتی ہے اس طرح ہوتی ہے تو اس لیے یہاں بھی change ہو گئی۔ کوئی مسئلہ نہیں ہے بعض لوگوں کو تعریفیں کرنے کی خوشی ہو رہی ہے لیکن میں ان کو بھی خواب غفلت سے بیدار کرنا چاہتا ہوں اور بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ خواہش ان کی خواہش ہی رہے گی۔ پرویز مشرف کو نہ تو کوئی ایسی سزا دے سکتا ہے اور نہ ہی دینے کے لیے ابھی تک کوئی پیدا ہوا ہے۔ میں پرویز مشرف کا ببانگ دہل، میری مخالفت میں اگر کسی نے کچھ کہنا ہے welcome میں ان کی support میں بات کروں گا۔ پرویز مشرف جو مجرم تھا ہی نہیں، اس نے آئین سے کوئی غداری نہیں کی۔ اس کے خلاف case بھی سیاسی تھا اور اس کو سیاسی انداز میں چلایا گیا۔ اگر سیاسی انداز میں نہ چلایا جاتا تو اس کے ساتھ تمام judges کو بھی کٹہرے میں کھڑا کرنا تھا اور ان تمام لوگوں کو بھی کھڑا کرنا تھا جنہوں نے اس اقدام کی تائید کی لیکن آپ شاید کسی سے ڈر رہے تھے۔ اس ڈر کو ہم سیاسی مصلحت کا نام دیتے ہیں۔ آپ نے شاید مصلحت سے کام لیا اور آج بھی آپ چونکہ بغض کسی اور کے خلاف رکھتے ہو اس لیے اس ایوان میں کھڑے ہو کر پرویز مشرف کا نام لیتے ہو۔ اگر واقعی اتنا کردار ہے، واقعی جمہوریت کے شہید ہو، جمہوریت کے غازی ہو تو پھر کھلم کھلا ان کا نام لو جن کا نام لینے سے کتراتے ہو۔ میں بتاتا ہوں کہ وہ کون ہیں کہ جن کی طرف آپ

اشارے کرتے ہو۔ جب آپ پرویز مشرف کی بات کرتے ہیں تو دراصل آپ پرویز مشرف کا نام نہیں لیتے۔ پرویز مشرف کے ساتھ تو بیٹھ کر آپ نے compromises کیے۔ اس کے دور میں تو آپ پارلیمنٹ کے ممبر رہے۔ اس کے دور میں تو آپ کے لوگ حکومت میں شامل رہے جو آپ کو چھوڑ کر چلے گئے اور آج پھر آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے اور یہ تاریخ ہے کہ آپ ان کا نام نہیں لیتے لیکن غصہ ان پر اتارتے ہو، جو تا ان کی طرف مارتے ہو اور وہ پاکستان کی فوج ہے۔ جن سے آپ ڈر کر پرویز مشرف کو بار بار push کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ، سینیٹر صاحب۔

سینیٹر محمد علی خان سیف: جناب جو باتیں کی گئیں ہیں میں ان پر ہی بات کر رہا ہوں۔ اصل میں سیٹھ وقار صاحب نے اور اس کو پتا ہے کہ اس کا یہ فیصلہ پرویز مشرف کو touch بھی نہیں کر سکتا لیکن اس نے کسی اور کو سنانے کے لیے فیصلہ کیا۔ آج آپ اس کے فیصلے کی تائید کر رہے ہیں۔ مجھے یہ بتائیں کہ میرے ایک دوست نے یہاں پر بات کی، کیا ہم اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور اگر ہم مسلمان ہیں تو کیا ہم اسلامی شریعہ کو ماننے سے انکار کرتے ہیں اور اگر ہم اسلامی شریعہ کو ماننے سے انکار نہیں کرتے تو مجھے یہ بتایا جائے کہ شریعت کی کس رو سے، کس نس سے آپ یہ چیز ثابت کرتے ہیں کہ اس طرح کی سزائے موت کو نہ صرف glorify کرتے ہیں بلکہ اس کو support بھی کر رہے ہیں۔ میرے خیال سے بات پرویز مشرف کی غداری کی نہیں ہے، بات جمہوریت کی نہیں، بات آپ کی اپنی ذاتی تعصب، گروہی مفادات، اپنے لیڈروں کو خوش کرنا، اپنی پارٹی کے حوالے سے خوشی کرنا۔ ایسی بات کرنا جس میں آپ کی اپنی پارٹی کی پالیسی کی عکاسی ہوتی ہے، قومی اور جمہوری سوچ کی عکاسی نہیں ہے، ہاں آپ نے اسے لبادہ ضرور جمہوریت کا پہنا دیا ہے۔ ٹھیک ہے پہناتے رہیں اس سے ایک ہی کام ہو گا کہ شاید آپ خود مطمئن ہو کر اس ہال سے چلے جائیں گے لیکن میرے خیال میں عوام ہم سب کو جانتے ہیں۔ عوام مجھے بھی جانتے ہیں اور عوام آپ کو بھی جانتے ہیں اس لیے ہم عوام اور تاریخ سے بھی نہیں چھپ سکتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس پاکستان میں کون سا ایسا سیاستدان ہے جو یہاں پر عوام کی بات کرتا ہے۔ پرویز مشرف کو گئے پندرہ سال ہو چکے ہیں اب تو یہ حکومت تمہارے ہاتھ میں ہے تم نے کون سا تیر مار لیا جو اس نے غلط کام کیا ہے اور تم نے اس کو کیا ٹھیک کر دیا، کچھ بھی نہیں کیا۔ اس کے

بعد جو جج پاکستان کی عدالت کا یہ فیصلہ کرتا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان میں آج شاید ہی کوئی ایسا جج ہو سکتا ہے کہ جو رات کو سکون کی نیند سوتا ہو۔ اس لیے کہ پاکستان میں انصاف کے ساتھ ہر روز جو قتل عام ہر گلی محلے میں ہوتا ہے، ہر بڑی اور چھوٹی عدالت میں ہوتا ہے مجھے یہ بتائیں کہ کون سا ایسا جج ہے کہ وہ اگر باضمیر ہے تو وہ رات کو آرام سے سو سکتا ہے۔ کوئی بھی نہیں سو سکتا لیکن سو رہے ہیں اور مراعات بھی لے رہے ہیں اور فیصلے بھی کر رہے ہیں۔ لوگوں کی اپیلیں pending ہوتی ہیں اور ان کی سزائے موت پر عمل ہو جاتا ہے۔ سپریم کورٹ کے کس جج نے یہ کہا ہے کہ لے کر آؤ اس بندے کو جس نے اس کی سزائے موت پر عمل کروایا اور اس کو execute کروایا۔ کسی نے بھی نہیں پوچھا اس لیے میرے بھائی اور بہنو اس حمام میں ہم سب وہی ہیں جو ہم ہوتے ہیں۔ اس لیے خدارا اپنے آپ کو دھوکا نہ دو اور قوم کو بھی دھوکا نہ دو کیونکہ کل اپنے اس ایک ایک لفظ کا جواب اور حساب تمہیں اللہ کو دینا ہے اور ہم سب نے حساب اللہ کو دینا ہے۔ میں اگر حکومتی بنچ پر بیٹھ کر جھوٹ بولوں تو بھی مجھے اس کا جواب دینا ہے اور اگر آپ اپوزیشن میں بیٹھ کر صرف بغض مشرف اور کسی ادارے پر بات کرتے ہیں تو میرے خیال سے آپ کو بھی شاید اسی طرح جواب دینا ہو گا۔ اس لیے ضمیر کی آواز پر بات کرو اور کہانیاں چھوڑو۔

جناب چیئرمین: سینیٹر صاحب بہت مہربانی، سینیٹر بہرہ مند خان تنگی۔

Senator Bahramand Khan Tangi

سینیٹر بہرہ مند خان تنگی: شکریہ جناب چیئرمین! فیصل صاحب کہاں ہیں، چلیں وہ موجود نہیں ہیں۔ کل فواد چوہدری صاحب کا آغاز بہت اچھا رہا اور میرے خیال سے ہم سب کو سوچنا چاہیے کہ political point scoring and personal popularity کے لیے اس ایوان کو استعمال نہ کریں لیکن اس کے بعد ہمارے ایک معزز ساتھی نے بہت کچھ کہا تھا اور میں آج سوچ رہا تھا کہ میں ان کو تھوڑا سا آئینہ دکھاؤں لیکن میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ وہ چاہتے ہیں کہ ہم ایک ایسی discussion میں اپوزیشن کو، سینیٹرز کو MNAs کو involve رکھیں تاکہ عوام کے ان issues پر ہم بات نہ کر سکیں۔ اگر بے عزتی ہوتی ہے تو ممبران کی ہو گی اور اس کی family کی ہو گی اور یہاں پر عوام کے issues پر سے توجہ دوسری طرف لگ جائے گی۔ میں چاہتا ہوں کہ میں constructive discussion کروں۔ جو اس کتاب میں لکھا گیا ہے میں جناب چیئرمین!

اس پر page-wise and section-wise بات کرنا چاہتا ہوں اس لیے آپ مجھے 35 minutes دیں گے۔

جناب چیئرمین: کتنے منٹ جی۔

سینیٹر بہرہ مند خان تنگی: جناب چیئرمین! 35 minutes دے دیں۔

جناب چیئرمین: یہ ان شاء اللہ آپ کو بعد میں دیتے ہیں، آج اپنی کوئی اور تقریر کرنی ہے تو کریں۔ ابھی اس کے لیے list دے دیں بعد میں اس پر بات کریں گے۔

سینیٹر بہرہ مند خان تنگی: جناب چیئرمین! چلیں ٹھیک ہے جیسے آپ کی مرضی، دے دیں۔ Page first پر صدر پاکستان کہہ رہے ہیں کہ یہ میرا آئینی فریضہ ہے کہ میں حکومت اور پارلیمان کی کارکردگی پر نظر رکھوں اور جہاں ضرورت ہو آئین اور قانون کے مطابق ان کی رہنمائی کروں۔ جناب چیئرمین! صدر پاکستان کی ایک سو بیس دن اس آئین اور پارلیمان کی طرف توجہ نہیں تھی۔ جیسے میرے بھائی سینیٹر محمد علی خان سیف نے کہا تھا کہ وہ بھی خواب خرگوش میں تھے۔ کیا ان کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ پارلیمانی روایات میں، میں نے آئین کے، دستور کے مطابق National Assembly اور سینیٹ کے اجلاس کو ایک سو بیس دنوں میں بلانا ہے۔ آج یہ کس چیز پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔ اگر صدر پاکستان یہ بات واقعی صحیح کہہ رہے ہیں کہ جمہوری روایات میں، جمہوری دستور میں آئینی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے میری responsibility, professional, political, moral, ethical بنتی ہے تو پھر میں نے اجلاس ایک سو بیس دنوں کے بعد بلانا تھا جو کہ نہیں ہوا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ صدر پاکستان نے اپنی آئینی ذمہ داری پوری نہیں کی اور اس لیے پوری نہیں کی کہ وہ کچھ مصلحتوں کا شکار ہیں۔ اس وقت بطور صدر پاکستان ہم ان کے role کو اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ وہ کسی کی team کا حصہ ہیں لیکن جناب چیئرمین! ایسا نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آئین اور قانون کے مطابق وہ اس حکومت کی راہنمائی نہیں کر رہے اور انہوں نے اپنے کردار سے ثابت کیا۔

جناب چیئرمین! صفحہ نمبر ایک پر صدر پاکستان کہہ رہے ہیں کہ مقبوضہ جموں و کشمیر کے حوالے سے کیے گئے اقدامات پر حکومت پاکستان اور عوام اپنے شدید رد عمل کا اظہار کرتے ہیں۔ میں اس جملے سے بالکل متفق ہوں کہ پاکستان اور پاکستان کے بائیس کروڑ عوام مقبوضہ جموں و کشمیر کے

issue پر اس وقت خون کے آنسو رو رہے ہیں لیکن میں حکومت وقت کی بات کرتا ہوں جس کے لیڈر عمران خان ہیں، کشمیر کے مسئلے پر 72 سالوں سے ہندوستان کی کسی حکومت کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ وہ (a) 35 کے ذریعے disputed status کو ختم کرکے وہاں کرفیو نافذ کرتی۔ اگر صدر پاکستان یہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان کے عوام اپنے شدید رد عمل کا اظہار کر رہے ہیں تو کہاں ہے کشمیر issue؟ وہاں 150 دنوں سے کرفیو لگا ہوا ہے، صدر صاحب موجودہ حکومت کو guideline دے دیں کہ ان کی moral and political responsibility کیا بنتی ہے۔

جناب چیئرمین! صدر پاکستان نے قوم کو اپنی تقریر میں جو کچھ کہا اس کتابچے میں لکھا ہوا ہے، میں condemn کرتا ہوں۔ اس لیے کہ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے، اس کے خلاف بات کی ہے۔ جناب چیئرمین! صفحہ نمبر دو پر لکھا ہے، پاکستان کی بہت بڑی سفارتی کامیابی ہے کہ پچاس سال بعد مسئلہ کشمیر اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے خصوصی اجلاس میں زیر بحث لایا گیا۔ جناب! یہ بھی تو بتائیں کہ اس خصوصی اجلاس میں آپ کو کتنے ممالک نے support کیا ہے؟ پوری دنیا میں کتنے ممالک نے کشمیر کے مسئلے پر آپ کو support کیا ہے؟ آپ تو اس کونسل میں گیارہ ممبر دوست نہیں بنا سکے اور اس کونسل میں resolution اس لیے table نہیں کیا کہ آپ کو ڈر تھا کہ ہماری support کوئی ملک نہیں کر رہا۔ اس لیے آپ گیارہ ممالک کی support حاصل نہیں کر سکے اور یہاں بات کرتے ہیں کہ خصوصی اجلاس بلایا۔ اس خصوصی اجلاس میں آپ نے Kashmir issue دفن کر دیا اور آپ کسی ملک کی support حاصل نہیں کر سکے۔

جناب چیئرمین! دوسری طرف صدر پاکستان کہہ رہے ہیں کہ میں وزیراعظم کے کامیاب دورے اور ڈونلڈ ٹرمپ کے ثالثی کی پیشکش کرنے پر وزیراعظم کو مبارک باد دیتا ہوں۔ واہ بھائی۔ جناب چیئرمین! صدر پاکستان یہ بھول گئے ہیں کہ جب وزیراعظم پاکستان عمران خان نے ڈونلڈ ٹرمپ کو request کی کہ آپ ثالثی کا کردار ادا کریں تو یہ ڈونلڈ ٹرمپ کے وہ الفاظ بھول گئے ہیں کہ اس نے کہا تھا کہ اگر مودی کہے تو میں ثالثی کا کردار ادا کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن اگر مودی نہ چاہے تو میں ثالثی نہیں کر سکتا۔ صدر پاکستان یہ بھی بھول گئے ہیں کہ ان کی میٹنگ سے ایک دن پہلے جلسے میں ڈونلڈ ٹرمپ اور مودی نے مسلمانوں کو مخاطب کرکے کہا کہ I am the best friend of

Modi and I am the best friend of India لیکن آج صدر پاکستان یہ نہیں سمجھتے اور آپ ڈونلڈ ٹرمپ سے میٹنگ اور اس کے دورے کو appreciate کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین! آج بھارت کا secularism اور جمہوریت RSS کی جنونیت کی نظر ہو چکی ہے۔ چیئرمین صاحب! جب مودی کے second tenure کے لیے الیکشن ہو رہے تھے تو کیا اس الیکشن میں وزیراعظم، ان کی team یا صدر پاکستان کو RSS کا نظریہ معلوم نہیں تھا؟ During the election campaign of India میرے وزیراعظم نے کہا تھا کہ اگر مودی کامیاب ہوا تو کشمیر کے مسئلے کو حل کرنے میں بہت آسانی ہو گی۔ کیا اس کے بعد RSS کو read کرکے اس کو سمجھنے کی کوشش کی اور آج ہمیں اس کا lecture دے رہے ہیں۔ RSS کا نظریہ اس وقت بھی تھا، ان کو ان کے جیتنے کی خوش خبری دے رہے تھے۔ ان کی ceremony میں جانے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ ان کو مبارک باد دینے کی کوشش کی گئی تھی لیکن جناب چیئرمین! یہ بھی پوری دنیا اور پاکستان کو معلوم ہے کہ مودی نے ان کو نہ oath ceremony میں بلایا اور نہ ان کو مبارک باد دینے دی۔

جناب چیئرمین! صدر پاکستان نے وزیراعظم کو اپنے پہلے خطاب میں پاکستان کو ریاست مدینہ کا role model بنانے کا تصور پیش کیا تھا، اللہ اکبر۔ ریاست مدینہ کے تصور کو پیش کرنے والے لوگ وہ ہوتے ہیں جو احتساب اپنے گھر سے شروع کرتے ہیں۔ ریاست مدینہ والے وہ نہیں ہیں کہ دن کی روشنی میں تین بچوں کے سامنے ان کے ماں باپ کو قتل کر دیا جائے اور ان کے قاتلوں کو بری کر دیا جائے۔ ریاست مدینہ میں غریب کو اس کی دہلیز پر انصاف ملتا ہے۔ ریاست مدینہ میں حقدار کو اس کا حق ملتا ہے۔ ریاست مدینہ میں اپنے front men کو نہیں نوازا جاتا۔ ریاست مدینہ میں اپنی family کو amnesty scheme سے فائدہ نہیں دیا جاتا۔

جناب چیئرمین! موجودہ حکومت نے روز اول سے عوام کے issues پر بات کرنے کی کوشش کی۔ جناب چیئرمین! موجودہ حکومت روز اول سے آج تک کنٹینر سے نہیں اتری۔ ان کو آج تک احساس ذمہ داری نہیں ہے۔ آج تک وزیراعظم صاحب اور ان کی team کو یہ احساس نہیں ہے کہ میری moral, political and professional ذمہ داری کیا ہے جس سے میں اس ملک کو چلا سکوں۔ اگر ان کو اس ذمہ داری کا احساس ہوتا تو آج پاکستان کی economy, good

governance ہمسایہ ممالک سے اتحاد و اتفاق اور foreign policy کا یہ حال نہ ہوتا۔ جناب چیئرمین! روز اول سے ان کا یہ نشانہ تھا کہ پکڑوں گا، جیلوں میں ڈالوں گا، سزا دوں گا تو آج میں عمران اور ان کی ٹیم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ نے جتنے لوگوں کو جیلوں میں ڈالا، آج عدالتوں نے ان کو عزت کے ساتھ ضمانت دی۔ کیا یہ روز اول سے عوام کے issues کی بات ہے؟ اگر ان کو عوام کے issues پسند تھے تو اپنے پروگرام، اپنے منشور میں انہوں نے پاکستان کے عوام سے جو وعدے کیے تھے، ان پر آج تک ایک فیصد implementation ضرور کرتے۔

جناب چیئرمین! صدر پاکستان صفحہ نمبر ایک پر لکھتے ہیں کہ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وطن عزیز کا مستقبل صرف جمہوریت سے وابستہ ہے۔ یہ بھی بہت کمال کی بات کی ہے لیکن کون سی جمہوریت؟ جس جمہوریت میں وزیراعظم اپوزیشن کے status کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہے۔ کیسی جمہوریت جس میں وزیراعظم مودی کے ساتھ ہاتھ ملانے کے لیے تیار ہے لیکن وہ کہہ رہے ہیں کہ میں اپوزیشن کے ساتھ نہیں بیٹھوں گا۔ ایسی جمہوریت جس میں آپ national issues پر اپوزیشن کو on board نہیں لیتے۔ ایسی جمہوریت جس میں پارلیمان کو 120 دن تالا لگا دیا گیا۔ ایسی جمہوریت جس میں جمہوری تقاضوں کو پورا نہیں کیا جاتا اور پھر کہتے ہیں کہ اس ملک کا مستقبل جمہوریت سے وابستہ ہے۔ اگر آپ جمہوریت کو سمجھتے تو جمہوری آداب، جمہوری انداز اور جمہوری پارلیمانی انداز میں بات کرتے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ سینیٹر میر کبیر احمد محمد شہی صاحب۔

Senator Mir Kabeer Ahmed Muhammad Shahi

سینیٹر میر کبیر احمد محمد شہی: جناب چیئرمین! شکریہ۔ میں نے کل بھی انتظار کیا کہ بات کرنے کا موقع ملے لیکن موقع نہیں ملا۔ میرا کل کے وقت کا حساب بھی رہتا ہے، اس لیے مجھے چند منٹ زیادہ دیں۔ جناب! آج کا جو agenda item No.3 ہے، ہم اس پر پانچ سال صدر کی تقریر پر تقریر کرتے رہے۔ یہ آئینی ضرورت ہے، آئین میں اس کی شق ضرور موجود ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس ایوان اور قومی اسمبلی کے وقت کا زیاں ہے کہ ہم اس تقریر پر بیس دن تک بولتے ہیں جس کا حاصل کچھ بھی نہیں ہوتا لیکن یہ آئین میں ہے۔ جناب چیئرمین! کل یکم جنوری تھی، یہاں پر بہت تقریریں ہوئیں۔ میرا بھی جی چاہ رہا تھا کہ سال کے پہلے دن تقریر کروں لیکن

وقت نہیں ملا۔جناب چیئرمین! جب31دسمبر 2019کاسورج غروب ہورہاتھا تو حکومت اسے پاکستان کی تاریخ کابہترین سال سمجھ رہی تھی لیکن میں سمجھتاہوں کہ 2019 میں غربت وافلاس، بدحالی، تنگدستی، بیروزگاری اور بھوک جیسا سال شاید ہی پاکستان کی تاریخ میں گزراہو۔اگر حالات ایسے ہی رہےاور یہی لوگ صاحب اقتدار رہےتو2020شاید 2019کی نسبت تیس گنازیادہ خراب سال گزرسکتاہےاور میری دعاہے کہ اللہ نہ کرے ایساہو۔

جناب چیئرمین: سینیٹر رحمٰن ملک صاحب موبائل استعمال کرناچھوڑ دیں ورنہ میں ضبط کروادوں گا۔

سینیٹر میر کبیر احمد محمد شہی: جناب! کل سینیٹر فیصل جاوید یہاں معیشت کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ معیشت کتنی مضبوط ہوئی ہےاوراس میں کتنااضافہ ہواہے۔میرے پاس بھی اعداد وشمار ہیں لیکن انہیں تفصیل سے بتانے کے لیے میرے پاس وقت نہیں ہے۔میں یہ ضرور کہوں گاکہ پاکستان کی معیشت کے حوالے سے سب سے بہترین عشرہ1970کا گزرااور سب سے بدترین سال 80-1979 گزرے۔میرے خیال میں سال2019ان سالوں سے بھی خراب گزرا۔یہ سب ہمیں facts and figures بتاتے ہیں۔UNکی رپورٹ ہے کہ بلوچستان دنیا کے پسماندہ ترین علاقوں میں سرفہرست ہے۔یہ رپورٹ ایک ہفتہ پہلے شائع ہوئی تھی۔اس رپورٹ کے مطابق بلوچستان کی87فیصد آبادی خط غربت سے نیچے رہ رہی ہے۔اس کامطلب یہ ہے کہ poverty lineجو روزانہ دوڈالر سے کم کمائی والوں کودیکھتی ہے،اس کے حساب سے بلوچستان کی یہ آبادی روزانہ دوڈالر بھی کمانہیں سکتی ہے۔میں آج صرف مہنگائی پر بات کروں گا۔اس ملک میں اس درجہ کی مہنگائی آئی کہ غریب جس کاپہلے سے ہی ستیاناس ہے،اس نے متوسط طبقے کو بھی غریب کی صف میں کھڑا کردیا۔چند خاندان امیر سےامیر تر ہوتے جارہے ہیں اور باقی 22 کروڑ عوام غربت کی لکیر سے نیچے جارہے ہیں۔

جناب!آج میں مہنگائی پراس وجہ سے بات کرتاہوں کیونکہ ہم grass roots level پرلوگوں سے ملتے ہیں اوران کے حالات کی خبر رکھتے ہیں۔ہمیں پتہ ہے کہ آج غریب کس طرح زندگی گزار رہاہے۔ہم صرف اسلام آباد میں بیٹھنے والے لوگ نہیں ہیں۔ایک وزیر نے توٹماٹر کی قیمت 17روپے بولی جب ٹماٹر300روپے کلوفروخت ہورہاتھا کیونکہ اس نے زندگی میں کبھی ٹماٹر

خریدا ہی نہیں تھا۔ابھی ایوان میں کوئی وزیر بھی نہیں بیٹھا جسے دیکھ کر ہم بہتر طریقے سے انہیں اعداد و شمار بتاتے۔ جون2018 سے دسمبر2019 تک اگر ہم مہنگائی کا موازنہ کریں تو حقائق کچھ ایسے ہیں۔سبزی کی قیمتوں میں 200فیصد اضافہ ہوا ہے۔ آٹے کے20کلو کا تھیلا جو پہلے380روپے تھا،آج 790روپے کا ہے۔ چینی 46سے آج 80روپے کلو تک پہنچ چکی ہے۔چاول 80روپے سے150روپے تک آگیا ہے۔دال 130سے250روپے تک پہنچ چکی ہے۔ڈالر کی قیمت 105روپے سے تجاوز کرکے156روپے تک چلی گئی ہے۔ڈیزل،پٹرول اور گیس کی قیمتیں بھی بڑھ چکی ہیں۔پوری لسٹ میرے پاس موجود ہے۔

میں اب ان کے2018کے election campaign میں کیے جانے والے 27وعدوں کا ذکر کرتا ہوں ۔یہ وہ وعدے ہیں جو صرف ان کے وزیراعظم عمران خان نے کیے تھے۔جناب! کل مجھے یہ وعدے ریکارڈ check کرتے ہوئے ملے ۔میں نے سوچا کہ لوگوں کی یاددھانی کے لیے میں یہ باتیں انہیں بتاؤں۔عمران خان صاحب نے اس وقت سٹیج پر کیا کیا کہا اوران ڈیڑھ سالوں میں کیا کیا۔یہاں ایوان میں کچھ حکومتی وزراء قرآنی آیات سے شروع اوراسی پر ختم کرتے ہیں۔آج میں بھی جب قرآن شریف کی تلاوت کررہاتھاتو میرے سامنے سورۃالمائدہ کی آیت آئی (عربی) جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے ایمان لانے والو! اپنے وعدوں کو پورا کرو۔اب میں عمران خان کوان کے وعدے یاد دلانا چاہتا ہوں۔ان کا پہلا وعدہ یہ تھا کہ پٹرول ،گیس اور بجلی کی قیمتیں مہنگی نہیں کروں گا۔کیاانہوں نے مہنگی کیں یا نہیں؟حکومتی ممبران ویسے بھی جواب نہیں دیں گے لہٰذا میرے اپوزیشن کے ساتھی ہی میرا جواب دے دیں۔دوسرا وعدہ یہ تھا کہ میٹرو بس نہیں بناؤں گااور وہ اسے جنگلہ بس کہتے تھے۔میٹرو بس بنائی یا نہیں؟انہوں نے کہا کہ ڈالر مہنگا ہونے نہیں دوں گا۔کیاوہ ڈالر کی قیمت کو105روپے سے156روپے تک نہیں لے گئے؟انہوں نے کہا کہ آئی ایم ایف کے پاس نہیں جاؤں گا بلکہ اس سے پہلے خودکشی کروں گا۔کیاانہوں نے خودکشی کی؟کیاوہ آئی ایم ایف کے پاس نہیں گئے؟انہوں نے کہا کہ 1 کروڑ نوکریاں دوں گااور پچاس لاکھ گھر بناؤں گا۔کیا یہ سب انہوں نے کیا؟پہلے پاکستان میں ادارے تین تھے لیکن کل ان کے ایک وفاقی وزیر نے یہاں ایوان میں اداروں کو چار بنادیا۔عمران خان صاحب نے کہا کہ اداروں کو سیاست سے پاک کروں گا۔کیاانہوں نے ایسا کیا؟

جناب !انہوں نے کہاکہ عام عوام پر ٹیکس کابوجھ کم کروں گا۔ ٹیکس کابوجھ انہوں نے کم کیایازیادہ؟سینیٹر سجاد حسین طوری صاحب اگر اپوزیشن کی بجائے آپ ان سوالات کے جوابات دے سکتے ہیں توآپ ہی دے دیں۔وزیر اعظم صاحب نے اس وقت کہاتھا کہ اداروں میں میرٹ لاؤں گا۔کیااب اداروں میں میرٹ ہے؟انہوں نے کہاکہ ملک بھر میں یکساں نظام تعلیم نافذ کروں گا۔کیا یکساں تعلیمی نظام نافذ ہوا؟لسٹ بہت ہی لمبی ہے بس میں دومنٹ میں اپنی بات ختم کرتاہوں۔انہوں نے کہاکہ Tax Amnesty Scheme نہیں دوں گا۔کیاانہوں نے دی یانہیں؟حکومت میں آنے سے پہلے جناب عمران خان صاحب نے کہاتھاکہ اگر میری جماعت کی اکثریت کے ساتھ حکومت نہیں بن سکی تو میں آزاد امیدواروں سے مل کر حکومت نہیں بناؤں گا۔کیاانہوں نے آزاد امیدواروں کے ساتھ مل کر حکومت بنائی یانہیں؟

جناب چیئرمین: سینیٹر محمد عثمان خان کاکڑ آپ خاموش رہیں۔سینیٹر کبیر صاحب کو بات کرنے دیں۔

سینیٹر میر کبیر احمد محمد شہی: جناب !انہوں نے کہاتھا کہ اقتدار میں آنے کے بعد میں وزیراعظم ہاؤس کویونیورسٹی بناؤں گا۔کیاانہوں نے ایساکیا؟انہوں نے کہا کہ Governor Houses کومیں عوام کے لیے کھول دوں گااوروہاں لائبریری بناؤں گا۔کیا انہوں نے ایساکیا؟انہوں نے کہا کہ اقتدار میں آنے کے بعد تین ماہ تک کوئی بھی بیرونی دورے نہیں کروں گا۔ہر صبح اورشام کیاوہ ہوائی رکشے میں پھرتے ہیں یانہیں؟انہوں نے کہاکہ commercial flightsکے ذریعے سفر کروں گاتاکہ خرچہ کم آئے۔کیاوہ ایسا کررہے ہیں؟انہوں نے کہاتھاکہ ہالینڈ کے وزیراعظم کی طرح سائیکل پر دفتر جاؤں گا۔ابھی وہ سائیکل پر جاتے ہیں یاہیلی کاپٹر میں؟انہوں نے کہاتھا کہ مختصر کابینہ بناؤں گاجو5سے8لوگوں پر مشتمل ہوگی۔کیااب واقعی ان کی کابینہ میں 5سے8افراد ہیں؟انہوں نے کہاکہ جس شخص پر کرپشن کاالزام ہوگا،میں اسے اپنی کابینہ میں نہیں لوں گا۔کیااب کرپشن زدہ لوگ کابینہ میں ان کے دائیں، بائیں بیٹھے ہیں یانہیں؟انہوں نے کہاکہ میں عوام کے ساتھ جھوٹ نہیں بولوں گا۔انہوں نے کتناجھوٹ بولا ہےوہ سب کوپتہ ہے۔ان کے وعدے کل ملاکر27ہیں۔

جناب چیئرمین: سینیٹر عثمان خان کاکڑ صاحب تقریر میں مداخلت نہیں کریں۔جب آپ کی تقریر میں کوئی مداخلت کرتا ہے تو آپ اس کی طرف غصے سے دیکھنا شروع کر دیتے ہیں اور مجھ سے کہتے ہیں کہ چیئرمین صاحب یہ میری تقریر میں مداخلت کر رہا ہے۔یہ روایت ٹھیک نہیں ہے۔

سینیٹر میر کبیر احمد محمد شہی: جناب! یہ سارے وعدے ہزاروں کی تعداد میں موجود لوگوں کے سامنے کئے گئے ہیں۔میں اگر لعنت اللہ علی الکاذبین کہوں تو غلط نہیں ہوگا۔میں آپ کا مشکور ہوں جو آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا، شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ، جی سینیٹر اورنگزیب خان۔

Senator Aurangzeb Khan

سینیٹر اورنگزیب خان: شکریہ، جناب چیئرمین! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔لوگ کل سے نئے سال کی مبارکباد دے رہے ہیں۔ہم مسلمانوں کا تو یہ نیا اسلامی سال نہیں ہے لیکن پھر بھی میں پورے پارلیمان اور پاکستان کو نئے سال کی مبارکباد دیتا ہوں۔کل میں نے جب حکومتی اور اپوزیشن بینچوں کی طرف سے تقاریر سنیں تو مجھے بہت خوشی ہوئی کہ الحمداللہ آنے والا سال ایک خوش آئند سال ہوگا۔وفاقی وزیر فواد چوہدری صاحب نے خود بتایا کہ ماضی میں مجھ سے جو غلطیاں ہوئی ہیں، آئندہ نہیں ہوں گی اور اس پارلیمان کے تقدس کا خیال رکھا جائے گا۔

جناب چیئرمین: ایک منٹ سینیٹر صاحب۔ایم این اے صالح صاحب ایوان میں تشریف رکھے ہوئے ہیں۔ہم انہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔

سینیٹر اورنگزیب خان: یہ اپوزیشن کے لیے بہت ہی خوش آئند بات ہے کہ فواد چوہدری صاحب نے اپنی غلطی تسلیم کی اور وعدہ کیا کہ مستقبل میں کوئی غلطی نہیں کروں گا۔میں بحیثیت قبائلی اضلاع سے منتخب سینیٹر اور حکومتی بینچوں پر موجود ہونے کے ناتے اپوزیشن سے یہ درخواست کروں گا کہ خدا کے لیے اس ایوان کے تقدس کا خیال رکھیں۔2019 میں جس طرح ایوان میں بد نظمی دیکھی گئی، یہ ایوان کے ساتھ ظلم تھا اور ایسا آئندہ نہیں ہونا چاہیے۔جناب! یہ آپ کی ذمہ داری بنتی ہے کہ آپ غیر آئینی الفاظ کو حکومتی اور اپوزیشن ممبران کی طرف سے استعمال کیے جانے پر روکیں اور ایوان کے تقدس کو برقرار رکھیں۔میں ایک سادہ قبائلی آدمی ہوں اور مشرق سے مغرب تک جتنے بھی امور ہیں، ان پر بات نہیں کر سکتا ہوں۔

جناب چیئرمین: سینیٹر صاحب جو پنسل آپ کے ہاتھوں میں ہے،اسے نیچے رکھ کر بات کریں۔

سینیٹر اورنگزیب خان: جناب!اس پنسل کے ساتھ آئین اور قانون لکھے جاتے ہیں۔یہ ہر وقت ہاتھ میں ہونی چاہیے۔

جناب چیئرمین: ابھی آپ اسے نیچے رکھیں۔پھر بیشک ہاتھ میں پکڑے رکھیں۔

سینیٹر اورنگزیب خان: ٹھیک ہے،جناب۔میں آپ کے حکم کا تابعدار ہوں کیونکہ آپ ایوان کے بڑے ہیں۔میں جو بھی بات کروں گا بس ان پر غور ہونا چاہیے۔میں نے بین الاقوامی سطح پر جتنے بھی پارلیمان دیکھے ہیں،ان میں اگر حکومتی ممبر بات کررہاہو تواپوزیشن کے ممبران اس کی تقریر غور سے سنتے ہیں۔آج ہمیں یہ عہد کرنا چاہیے کہ اسی طرح ہم باتیں سنیں اوراچھی طرح سے جواب دیں۔اگر حکومت پر تنقید کرنی ہے تواپوزیشن ضرور تنقید کرے لیکن ایک اچھے طریقے سے یہ سب کیاجائے۔سینیٹر میر کبیر احمد محمد شہی میرے دوست ہیں اور میں ان کابہت احترام کرتاہوں۔دنیا کے تمام سربراہان کی عزت ہونی چاہیے چاہے وہ وزیراعظم ہوں یا بادشاہ کیونکہ یہ احترام خود وزیراعظم یا بادشاہ کا نہیں بلکہ قوم کاہوتاہے۔یہاں وزیراعظم پر تنقید کرکے ہم اپنی قوم پر تنقید کررہے ہیں اور میڈیا اسے international level پر دکھارہاہے،یہ صحیح بات نہیں ہے۔

میں نے پہلے بھی کہاکہ نہ میں وزیر ہوں،نہ وکیل ہوں،نہ سیاسی لیڈر ہوں لیکن اس ہاؤس کا ممبر ہوں اور جو کچھ میرے دل اور دماغ میں ہے،میں ایوان کے ساتھ share کروں گا،یہ ہمارا فرض بنتا ہے۔جناب چیئرمین! ہر ملک میں یہ قانون ہے کہ خواہ وزیراعظم کسی پارٹی سے بھی ہو،پورا ملک اس کے لیے دعا کرتا ہے کہ یااللہ ہمارے ملک کے بادشاہ کو یہ توفیق دے کہ وہ ایسا فیصلہ کرے کہ جو ملک کے لیے مفید ہو۔پاکستان ایک بدقسمت قوم ہے کہ ہم اپنے لیڈر کو گالی دیتے ہیں۔ہماری حکومت ہو یا اپوزیشن،میں مساوات کی بات کروں گا،یہ ہمارے لیے بھی اور اپوزیشن کے لیے بھی اچھااقدام نہیں ہے۔اپوزیشن میں بھی بڑے قانون دان بیٹھے ہیں،ہم بے شک کمزور ہوں گے، ہم فرشتے نہیں ہیں،آپ expert لوگ ہیں،آیئے ہمارے ساتھ بیٹھ کر مشاورت کریں،ہم اپنی غلطی مانیں گے اورآپ کی positive مشاورت پر عمل کریں گے لیکن آپ ایسانہ کہیں کہ حکومت کے بس دوماہ ہیں،بس ٹوٹنے والی ہے۔لوگ کہاں تک پہنچ گئے ہیں اور ہم لوگ کیا کررہے ہیں۔

جناب چیئرمین! خان صاحب نے ریاست مدینہ کی بات کی، عوام اور پارلیمنٹ کے سامنے ہے، ہم ان شاء اللہ ریاست مدینہ کے مطابق چلیں گے۔ اب ہر جگہ ریاست مدینہ کی بات کی جاتی ہے، میں خان صاحب کو یہ credit دیتا ہوں کہ آج تک کسی وزیراعظم نے ریاست مدینہ کی بات نہیں کی، کم از کم انہوں نے ارادہ تو کیا۔ انمالاعمال باالنیات، باقی اس پر implementation کا کام پارلیمنٹ، عوام اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کا ہے۔ پارلیمنٹ کے ممبران پر اور ہر پاکستانی پر فرض ہے کہ مہربانی کرکے ریاست مدینہ کے الفاظ کو مذاق نہ بنائیں۔

جناب چیئرمین! میرا تعلق سابق قبائلی اضلاع سے ہے۔ میں آپ کے سامنے اور تمام ممبران کے سامنے عرض کرنا چاہتا ہوں۔ FATA reforms ہوئے، میں یہ ضرور کہوں گا کہ ہم قبائلی عوام بہت بدقسمت عوام ہیں، ماضی کی حکومتوں میں کچھ نہیں ہوا، میں current حکومت کا حصہ ہوں، اب فاٹا merge ہو گیا ہے، اسے advance کرنے کے لیے بہت کچھ کرنا چاہیے۔ خان صاحب نے تو اسی بجٹ میں اچھی خاصی payment دی لیکن ادھر وہاں پر کچھ بھی نہیں ہے، ادارے مضبوط نہیں ہیں، قبائلی لوگوں کے ساتھ وقت پاس کر رہے ہیں۔ وہاں پر سکول، ٹیچر اور سٹاف نہیں ہے، پچھلی گورنمنٹ نے، اس گورنمنٹ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ 20 ہزار نوکریاں دیں گے تاکہ جو قبائلی عوام کی محرومیاں ہیں وہ ختم ہوں۔ قبائلی لڑکوں کے پاس تعلیم ہے لیکن بدقسمتی سے ان کے پاس job نہیں ہے، میرٹ کو کم کریں اور انہیں jobs دیں، سکول بند پڑے ہیں، ہم تو 70 سال اندھیروں میں رہے، اب قیمتی وقت ہے، وقت ضائع نہیں ہونا چاہیے، مزید فاٹا عوام اور قبائلیوں کا وقت خراب نہ کریں۔ میں دوبارہ یہ کہوں گا کہ خان صاحب بہت اچھے لیڈر ہیں، ان کے دل میں سابق فاٹا کے لوگوں کے لیے محبت ہے لیکن عملی کام بھی ہونا چاہیے۔ میں لیاقت خان صاحب کو گزارش کروں گا کہ میں سابق فاٹا کا ممبر ہوں لیکن آپ پر بھی فرض ہے۔ یاد رکھیں جب تک سابق فاٹا کے لوگوں کو انصاف نہیں ملے گا یہ ملک ترقی نہیں کر سکتا۔ مہربانی کرکے اسے عملی جامہ پہنائیں اور عملی کام کریں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: سینیٹر دلاور خان صاحب۔

Issue raised by Senator Dilawar Khan regarding the Misconduct of an Officer of Food Department with Senator Aurangzeb Khan

سینیٹر دلاور خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین۔

نظام مے کدہ بگڑا ہوا ہے اس قدر ساقی
جام اس کو ملتا ہے جسے پینا نہیں آتا

جناب چیئرمین! کل سال کا آغاز تھا۔ فواد چوہدری صاحب نے اپنی تقریر کا آغاز ان الفاظ سے کیا کہ اس پارلیمان کو عزت دینی چاہیے اور فواد چوہدری صاحب کے یہ الفاظ تاریخ میں سنہری الفاظ سے لکھے جائیں گے لیکن بدقسمتی سے ان کی اپنی پارٹی کے سینیٹر نے ان پر پانی پھیر دیا۔

جناب والا! گزارش یہ ہے کہ قوانین بھی ہم بناتے ہیں اور ان قوانین کا شکار بھی ارکان پارلیمان ہوتے ہیں اور اس کی زندہ مثال اورنگزیب خان، جو ہمارے فاٹا کے سینیٹر ہیں، سینیٹ کے ایک رکن کی یہ عزت ہے کہ وہ اپنی ایجنسی کے آٹے کے کوٹے کے لیے ڈائریکٹر فوڈ کے دفتر میں گئے اور جس غلط رویے کے ساتھ وہ افسر ہمارے ایک معزز رکن کے ساتھ ملا کہ نوبت ہاتھا پائی تک پہنچ گئی۔ بہت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آپ کے خط لکھنے کے باوجود، قائد ایوان کے کہنے کے باوجود، اس افسر کے خلاف کوئی action نہیں لیا گیا اور مزید یہ کہ اس سانحے کی inquiry ایسے افسر کے حوالے کی گئی جو روزانہ کسی نہ کسی پارلیمنٹیرین کو ٹیلی فون کرکے یہی گزارش کرتا ہے کہ راضی نامہ کروادو۔ ہم اس سے خیر کی توقع اس انکوائری میں کیا رکھیں گے۔ اسی طرح اس دن ہم Health کی Standing Committee میں بیٹھے تھے۔ اٹھارھویں ترمیم کے حق میں تو ہم ہر وقت بولتے ہیں لیکن اگر آپ Health کو اٹھارھویں ترمیم کی عینک سے دیکھیں تو ضرورت اس بات کی ہے کہ اس اٹھارھویں ترمیم میں Health کے حوالے سے جس طرح کل فواد چوہدری صاحب نے کہا کہ ہمیں مل جل کر، بیٹھ کر احسن طریقہ اختیار کرنا چاہیے اور ان چیزوں کی نشان دہی کرنی چاہیے جس

کی اس وقت اشد ضرورت ہے۔ اسی طرح تعلیم کے حوالے سے اگر ہم اٹھارھویں ترمیم کو دیکھیں تو ہمیں چاہیے کہ اس میں بھی جو جو خامیاں ہیں وہ دور کی جائیں۔

جناب چیئرمین! کل ہم دیکھ رہے تھے ٹیلی وژن کی سکرین پر کہ اتنے پارلیمنٹیرین کے گوشوارے Election Commission میں جمع نہیں کروائے گئے۔ میں چیئرمین صاحب آپ سے یہ گزارش کر رہا ہوں کہ گوشوارے تو ہر Tax Return File کرنے والا بندہ FBR کو دیتا ہے۔اب income tax کا ایک مروجہ قانون جو کہ ان دو Houses نے بنایا ہے۔ پھر اگر Election Commission کا کوئی اہلکار FBR کی بھجوائی ہوئی کاپی کو سمجھ نہ پائے تو یہ غلطی پارلیمنٹیرین کی نہیں ہے کہ اس کو لکھا جاتا ہے کہ "you are directed to come to the office of the undersigned on such and such date" یہ پارلیمنٹیرین کی تذلیل ہو رہی ہے۔ میں آپ سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہر بندہ کہتا ہے کہ ایک دوسرے کی پگڑیاں نہ اچھالی جائیں۔ میں کل والی فواد چودھری صاحب کی تقریر کو salute پیش کرتا ہوں کہ ہم Treasury Benches اور Opposition Benches اس پر سوچیں اور اس چیز کو آگے بڑھائیں نہ کہ فیصل جاوید صاحب نے جس پر پانی پھیر دیا اس پر ہم عمل پیرا رہیں۔ آج کی تقاریر پر بھی اورنگزیب والے واقعے پر یا تو سینیٹ کی ایک کمیٹی بنائی جائے یا آپ ruling دے دیں۔

جناب چیئرمین: اس پر already انکوائری ہو رہی ہے، جب رپورٹ آئے گی تو اس کے بعد اس پر کوئی فیصلہ کریں گے۔

سینیٹر دلاور خان: جناب والا! میری گزارش ہے کہ یہ ایسا دکھائی دے رہا ہے کہ Parliament versus Bureaucracy ایک کام ہو رہا ہے۔ میری گزارش آپ سے یہ ہے کہ آپ فوری طور پر اس کے suspension کے احکامات جاری کریں اور ruling دیں اس پر کیونکہ یہ اورنگزیب کی بے عزتی نہیں ہوئی یہ پوری پارلیمنٹ کی بے عزتی ہوئی ہے۔ لہٰذا کل یہی واقعہ ہمارے ساتھ بھی پیش آ سکتا ہے اور ڈپٹی کمشنر صوابی اس بات کے گواہ ہیں کہ اگر اورنگزیب صاحب اس کے دفتر گئے، اگر میں بھی اس کے دفتر میں جاتا تو میرے ساتھ بھی یہی ہونا تھا۔ لہٰذا ہماری آپ سے یہی گزارش ہے اور توقع ہے کہ آپ اس پر ruling دیں تاکہ کم از کم اس کو

suspend کیا جائے اور اس کو یہاں Establishment Division بلایا جائے، تب ہی کوئی بات بنے گی۔ وسلام۔

Mr. Chairman: Thank You Senator sahib. The House stands adjourned to meet again on Friday the 3rd January, 2020 at 03:30p.m.

(The House was then adjourned to meet again on Friday the 3rd January, 2020 at 3:30 P.M.)

Index

Dr. Shireen M. Mazari, ... 2
سینیٹر اورنگزیب خان 31, 32
سینیٹر بہرہ مند خان تنگی, ... 23, 24
سینیٹر دلاور خان, ... 34, 35
سینیٹر محمد علی خان سیف, ... 16, 20, 22, 24
سینیٹر مشاہداللہ خان, ... 3, 5, 15
سینیٹر میر کبیر احمد محمد شہی, ... 27, 28, 30, 31